Official ⑥ 2001

ISSN 0971-9288

اردو بک ریویو

p. 33-34

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کتبہا وصممہا الحاج محمد عبد القادر ۱۳۸۲ للسنۃ من ہجرۃ خاتم الانبیاء والمرسلین

اردو بک ریویو اردو بک ریویو اردو بک ریویو اردو بک ریویو

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPER
FOR INDIA UNDER NUMBER 63106 / 95
URDU BOOK REVIEW, NEW DELHI-110 002
ISSUE NUMBER 73-74 VOL. VI NOV.- DEC. 2001

S.K. ENTERPRISES
EVERYTHING IN DESIGNING

CONVERTING THOUGHTS INTO REALITY

Creation of

- Catalogues
- Brochures
- Folders
- Posters
- Calendars
- Magazines
- Books
- Cover Designs
- Packaging Design
- Printing & Processing
- Interactive Web Design

Call us
for your next
Designing
Project !

2715, Kucha Chellan, Darya Ganj,
Behind Moti Mahal Restaurant, New Delhi-110002
Phones : 3250560 Email : enterprise_sk@yahoo.com

CALL TO : NIHAL

کیا آپ نے
کبھی غور کیا ھے؟
اردو سے ھمارا جذباتی رشتہ ھی نھیں
بلکہ اردو
ھماری مادری زبان ھے
اگر ھمارے بچے اردو سے واقف نھیں
تو نئی نسل اس جرم کے لیے
شاید
ھمیں کبھی معاف نہ کرسکے۔

اردو بک ریویو

اس صفحہ پر اپنا اشتہار دے کر ادارے کا تعاون فرمائیں۔

ISSN 0971-9288

ماہنامہ

اردو بک ریویو نئی دہلی

جلد : ٦
شمارہ : ۷۳۔۷۴
نومبر،دسمبر ۲۰۰۱ء
مطابق شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

مدیر: عارف اقبال

مجلس ادارت
☆محمود عالم
☆ارشد سراج الدین مکی
☆اے۔یو۔آصف ☆محمد قسیم

انچارج سرکولیشن و اشتہارات
اعزاز حسن

نمائندے
☆ڈاکٹر غنی الاکرم سبزواری (مکہ مکرمہ)
☆علیم خاں فلکی (جدہ)
☆رضوان احمد فلاحی (لندن)
☆خالد اعظمی (کویت)
☆حافظ محمد سجاد تتر الوی (پاکستان)
☆سید شجاعت بخاری (کشمیر)

ممبر آل انڈیا اردو ایڈیٹرز کانفرنس

سرورق پر: خط کوفی میں محمد صلی اللہ علیہ سلم
بقلم محمد عبدالقادر عبداللہ (مصر)
به شکریه: تذکرہ خطاطین، ص:۱۳۸، از محمد راشد شیخ (کراچی)

زر تعاون

عام شمارہ	:	=/20 روپے
سالانہ (عام)	:	=/100 روپے
سالانہ (طلبہ کے لیے)		=/80 روپے
تاحیات (بھارت)	:	=/3000 روپے
پاکستان و بنگلہ دیش	:	=/200 روپے (سالانہ)
دیگر ممالک	:	15 امریکی ڈالر (سالانہ)

ڈرافٹ پر صرف
"URDU BOOK REVIEW"
تحریر کریں۔

رابطہ کا پتہ:
1739/3 New Kohinoor Hotel,
Pataudi House, Darya Ganj
New Delhi-110002
Ph:3289268
E.mail: urdubookreview@yahoo.com

کمپیوٹر کمپوزنگ: اردو بک ریویو، ڈی ٹی پی ڈویژن
کمپوزنگ: عبدالرحمٰن قاسمی

Editor, Printer, Publisher: M. Arif Iqbal

پرنٹر پبلشر محمد عارف اقبال نے ثمر آفسیٹ پرنٹرز، 1788، کلاں محل، نئی دہلی۔۲ سے چھپوا کر
دفتر اردو بک ریویو 1739/3، پٹودی ہاؤس دریا گنج، نئی دہلی۔۲ سے شائع کیا۔

ترتیب

اداریہ : اردو کتاب میلہ یا بابائے اردو کا عرس 3
قارئین کے تاثرات 5
صنعت کتب: کتابوں کی صنعت (Book-Industry) کے مسائل اور اس پر بڑھتے ہوئے ڈاک خرچ کے اثرات 7
چشم کشا: The 100 (دی ہنڈریڈ) کا مصنف قابل فخر یا شاتم رسولؐ؟ 11
امریکی جریدہ "نیوز ویک" کا ایک خصوصی مضمون: The Roots of Rage 13
نقطہ نظر: انور شیخ: بحیثیت شاعر ــــ ایک پہلو یہ بھی ہے 15
انعام کی سیاست: قصہ نائپال کے نوبل انعام کا 18
تبصرہ کتب:
- تجلیات صحابہؓ 23
- مجموعۂ قوانین اسلامی (پرسنل لاء بورڈ) 25
- ذکر فراہیؒ (سوانح) 27
- مختصر تاریخ جماعت اسلامی ہند 28
- ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس 29
- گیسو دراز کا صوفیانہ فلسفہ 32
- سید مودودیؒ: ایک جامع تعارف 33
- شعور فن (UGC اور Net امتحانات کے لیے) 34
- نظام سرمایہ داری اور اسلامی معاشیات 35
- ساختیات: تاریخ، نظریہ اور تنقید 36
- سلگتے مسائل (ملی وسیاسی مضامین) 37
- قدر دان حیدر آباد (تحقیق) 39
- علامہ سید سلیمان ندویؒ: بحیثیت مورخ 40
- سائنس اور غالب (تحقیق) 41
- بے ادبیات (طنز ومزاح) 42
- آدھا آدمی (افسانوی مجموعہ) 44
- شگوفہ خیال (انشائیہ) 45
- سوادِ شام سے پہلے (شعری مجموعہ) 46
- طاہر تلہری: شخصیت اور شاعر 47
- صنم کدہ (شعری مجموعہ) 49
- انگریزی کتاب: تعارف و تجزیہ
- Searching for Solace 51

تعارف و تبصرہ:
- کتاب النکاح 53
- تبرج (میک اَپ کے حدود) 53
- تحریک اسلامی اور خواتین کا کردار 54
- التغابن۔ ۴ 54
- سہ ماہی قصے۔ ۴ 55
- فلاسفہ اپنے آئینہ خانے میں 55
- ایڈز (افسانے) 56
- قطار 56
- تمہارے نام (شاعری) 56
- ایک شعر کا عروضی تجزیہ 57
- نقوش وتاثرات 57
- ہاں سکھی ناسکھی (کہہ مکرنیاں) 58

موضوعاتی فہرست:
- نیا دور لکھنؤ (جنوری ۱۹۹۷ء تا دسمبر ۲۰۰۰ء) 59

وفیات: (Obituaries) 63-69
☆ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ☆ مفتی سید عبدالرحیم ☆ مولانا سید احمد ہاشمی ☆ ڈاکٹر خورشید احمد فارق ☆ پروفیسر بشیر حسین ☆ زبیدہ خاتون ☆ جہاں قدر چغتائی ☆ حمید الدین شاہد ☆ شہود عالم آفاقی ☆ آغا جمیل کاشمیری ☆ شمیمہ احمد خاں ☆ ام صہیب ☆ حکیم عبدالسلام ☆ ادریس دہلوی ☆ ہرچرن چاؤلہ ☆ کیپٹن برجندر سیال ☆ رگھوناتھ گھئی۔

فہرست مترجمین و مصنفین: 70
نئی کتب: New Arrivals 71-77
کتابیں موصول ہوئیں 79-80
Acknowledgements

مضمون نگار یا مبصر کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اردو کتاب میلہ یا بابائے اردو کا عرس

پہلا کل ہند اردو کتاب میلہ جب گزشتہ سال نومبر میں لال قلعہ دہلی کے میدان میں منعقد کیا گیا تو قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو کے فعال ڈائرکٹر جناب محمد حمید اللہ بھٹ کو ڈھیر سارے مبارکباد دیئے گئے۔ کیوں کہ اس طرح کی باضابطہ پہلی کوشش تھی جس سے کئی خوش آئند پہلو وابستہ تھے۔ لہٰذا گزشتہ کتاب میلے کی بعض ناخوشگوار باتوں سے صرف نظر اس لیے کیا گیا کہ حوصلہ شکنی نہ ہو اور کونسل کے ڈائرکٹر موصوف اپنی "فعال ٹیم" کی معیت میں اردو کی ترقی کے امکانات اور مسائل پر غور وتدبر کرتے ہوئے ملک میں اردو کے روشن مستقبل کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کریں۔ بلاشبہ اس سلسلے میں کوششیں جاری ہیں لیکن ایک مدت گزرنے کے بعد جو صورتحال سامنے آتی ہے، انتہائی مایوس کن ہے۔

دوسرا کل ہند اردو کتاب میلہ بھی ۳ر سے ۱۱ر نومبر تک دہلی کے لال قلعہ میدان میں روایتی "تزک واحتشام کے ساتھ" منعقد کیا گیا۔ اس میلے میں پورے ملک سے آئے ہوئے ۷۶ ناشرین اور بک سیلرز نے حصہ لیا جن میں بعض شرکاء کا تعلق کیلی گرافی یا کمپیوٹر ٹریننگ سے تھا۔ گزشتہ سال کے مقابلہ میں اس بار گرچہ شرکاء کی تعداد کچھ زیادہ تھی لیکن کتابوں کی فروخت انتہائی مایوس کن رہی۔ کہا جاتا ہے کہ گزشتہ سال بیس تا ۲۵ لاکھ روپے کی کتابیں فروخت ہوئی تھیں لیکن اس بار فروخت کی شرح گزشتہ سال کے مقابلہ میں محض نصف کے قریب رہی۔ کتاب میلے میں فروخت کا یہ روبۂ انحطاط گراف اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اب اردو طبقہ میں پڑھنے لکھنے کی عادت صفر کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس صورتحال کے لیے یقینی طور پر قومی کونسل یا میلے کے منتظمین ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اردو کتاب میلے میں اردو کے نام نہاد علمی طبقے (بشمول ریسرچ اسکالر، یونیورسٹی اساتذہ، دانشور و سیاسی و مذہبی شخصیات) کی عدم حاضری چونکانے والی ہے اور اردو کے تئیں ان کے خلوص کا بھرم ٹوٹتا نظر آتا ہے۔ کاش اس موقع پر اس طبقے کے حضرات کتابوں کے اسٹال پر خود جاکر کم سے کم چار پانچ سو کی کتابیں خریدنے کا عزم رکھتے۔ ان کے اس عمل سے جہاں ان کی اپنی نسل احسان مند ہوتی وہیں اردو ناشرین کی حوصلہ افزائی بھی ـــ لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کے اس طبقے کا مزاج ہی نرالا ہے۔ اب اس کے رویے میں اتنی پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے کہ اس کے مزاج کا دقت نظر سے مطالعہ کرنے کی شدت سے ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ نیز اس بات کی بھی شدت سے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اردو قوم کے مزاج میں پڑھنے کے رجحان (Reading Trend) کو نشو ونما دینے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ لیکن اس کے برعکس پورے ملک کا ماحول کچھ ایسا بنایا جارہا ہے جہاں پڑھنے لکھنے کے رجحان کو فروغ دینے کی بجائے نمائشی و تکنیکی شعبے کی طرف خصوصی توجہ مرکوز کی جارہی ہے۔ اردو کی ترقی کے نام پر اردو کمپیوٹرائزیشن کے رجحان کی زیادہ توسیع کی جارہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اردو کمپیوٹرائزیشن کا یہ عمل اب منفی رخ اختیار کرتا جارہا ہے اور پوری اردو قوم کو DTP آپریٹر یا ٹائپ سیٹر بنانے کی مہم جاری ہے۔

کتاب ایک سنجیدہ شئے ہے جس سے علم کا چشمہ پھوٹتا ہے۔ کتاب قوموں کی حیات کا ضامن ہے۔ اگر کتاب سے استفادے کا عام رجحان (General Reading Trend) معدوم ہوجائے تو کتاب بھی اپنے قاری کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے کسی ناشر یا بک سیلر کو نہیں معلوم کہ جس کتاب کو وہ فروخت کررہا ہے اس میں کون سا خزانہ چھپا ہے۔ کیوں کہ کتاب کا علم اسے حاصل ہوتا ہے جو خواہش، آمادگی، جستجو سے سفر کرتا ہوا ضرورت کے مرحلے میں داخل ہوچکا ہو۔ کتاب کا حقیقی ہم نشیں وہی ہوتا ہے جو اس کی قربت سے فرحت وانبساط محسوس کرتا ہے۔ اس کے حصول کے لیے مضطرب

ہوتا ہے اور قلب میں چاہت کی حدت پائی جاتی ہے۔ لیکن قوموں کی زندگی میں اس انقلاب کے لیے وہی طبقہ کلیدی رول ادا کرتا ہے جس کے اندر علمی ذوق پایا جاتا ہے اور یہی طبقہ اپنے تدبر وفراست سے قوموں کے بناؤ و بگاڑ کے اسباب اور حل سے واقف ہوتا ہے اور قوم کے مثبت یا منفی رجحان کا بالواسطہ ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔

دوسرا کل ہند اردو کتاب میلہ اس لحاظ سے بھی مایوس کن رہا کہ اس میں کتاب پڑھنے کا ماحول یکسر مفقود تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کتاب میلے کے نام پر "دیوالی میلہ" منعقد کردیا گیا ہو۔ کسی سے دریافت کیا گیا کہ یہ کس طرح کا میلہ ہے تو جواب دینے والے نے کہا کہ "بابائے اردو کا عرس ہے ـــــ قوالی بھی ہے، ڈرامہ بھی، محفل غزل سرائی بھی لیکن کتاب کے قارئین غائب۔" ایسا لگتا ہے کہ کتاب میلے کے منتظمین کی طرف سے کتاب میلے کی ماحول سازی پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ حالانکہ کہا جاتا ہے کہ گزشتہ سال بھی اس سلسلے میں منتظمین کی توجہ مبذول کرائی گئی تھی۔ کتاب میلے میں کمپیوٹر سیکشن سے پاپ میوزک کے شور کے ساتھ مختلف اسٹیج پروگراموں اور قوالی کی آوازوں سے کم سے کم باہر والوں کو یہی اندازہ ہوا ہوگا کہ شاید کوئی عرس لگا ہوا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ مغرب نواز خاتون نے اس ماحول کو دیکھ کر بہت افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ "مطالعہ و مشاہدہ کے لیے یہ ماحول زہر کے مترادف ہے۔" اس بار کے کتاب میلے میں منتظمین کی طرف سے "لکی ڈرا" کا تماشہ بھی کیا گیا جس نے پورے ماحول کو پراگندہ کردیا تھا۔ نیز صبح دس تا شام آٹھ بجے بک اسٹالوں کی دونوں قطاروں کے درمیان اسٹیج سے نشر ہونے والی بھانت بھانت کی بولیاں سنتے سنتے شرکاء اور آنے والے قارئین کے کان پک گئے لیکن منتظمین اس شور و ہنگامے کو سرد کرنے پر آمادہ نظر نہ آئے۔ اردو کتاب میلے کے منتظمین سے کوئی سوال کرے کہ کیا اردو کی روایت اور ثقافت کے نام پر کتاب فروخت کرنے اور کتابوں کی نمائش کا یہی طریقہ ہے؟

اس موقع پر "نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا" کے زیر اہتمام نئی دہلی عالمی کتاب میلہ کی یاد ضرور آتی ہے جو ایک عرصہ سے ہر دو سال پر نئی دہلی کے پرگتی میدان میں منعقد کیا جاتا ہے۔ اس عالمی کتاب میلے میں کوئی شخص اس احساس کے ساتھ داخل ہوتا ہے کہ یہاں کے آداب مخصوص ہیں۔ وہاں کا ماحول کتابوں کی ایسی دنیا کا تصور پیش کرتا ہے جہاں رنگینی اور تعیش مزاجی کا گزر نہیں۔ وہاں جانے والا اپنے اوقات کا ہر لمحہ کتابوں کے مشاہدے، مطالعے اور خرید میں صرف کرتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اردو کتاب میلہ اس تصور سے عاری نظر آیا۔ منتظمین کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ کتاب میلے کو کتاب سے متعلق تفہیم سے ہم آہنگ رکھے۔ لہٰذا ہونا یہ چاہئے تھا کہ اردو کتاب میلے کے موقع پر کتابوں کی خرید و فروخت، علمی مباحثے، ترجمے کے مسائل، اردو میں نصابی کتب اور اس کے مسائل، انگریزی میں شائع ہونے والی تازہ کتابوں کے اردو تراجم اور درآمد و برآمد وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر گفتگو و مذاکرے کا اہتمام کیا جاتا اور اس کے لیے اسٹالوں سے الگ کوئی آڈیٹوریم بنایا جاتا تاکہ موضوع سے متعلق یا ان امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جاکر شریک ہوتے۔ نیشنل بک ٹرسٹ کا یہی طریقہ رہا ہے۔ لیکن افسوس کہ اردو کتاب میلے میں صحت مند رجحانات (Healthy Trends) کو نشو ونما دینے پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اور نہ ہی آنے والے قارئین (Visitors) کے جذبات و احساسات کا احترام کیا گیا بلکہ اس کے برعکس ذہنی اذیت اور کرب میں مبتلا کرنے والے سامان رکھے گئے۔

یاد رکھئے کہ صحت مند رجحانات کی پاسداری اور نمائندگی وہی طبقہ کرتا ہے جو علمی اعتبار سے بلند ہو اور عام رجحانات کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عام رجحانات کے زینے پر صحت مند رجحانات نے اپنی منزلیں طے کی ہوں۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ قومی کونسل اپنے اردگرد پڑھے لکھے احباب و اصحاب جمع کرے اور اردو قوم کے وسیع تر مفاد میں اردو کے فروغ کے لیے بنیادی اور حقیقی مسائل پر توجہ دے اور لائحۂ عمل بنائے۔ □□

ـــــ عارف اقبال

قارئین کے تاثرات

● ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۱ء کا شمارہ ملا۔ قواعد بغدادی پر آپ نے انتہائی دوٹوک انداز اپنا کر حیرت زدہ کردیا ہے۔ عربی تعلیم میں بچوں کی نفسیات کا لحاظ اور قواعد بغدادی سے بچوں کا تعلیمی فائدہ، یہ امور اور ان پر نظر ثانی ایسا موضوع ہے جس پر لکھنا کسی جسارت سے کم نہیں۔ محمود عالم صاحب نے ابن صفی کو رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر چونکا دیا ہے۔ مجھے علم ہی نہیں تھا کہ ابن صفی بھی اس فہرست میں مقام رکھتے ہیں۔

"اردو ہندی کا تقابلی تجزیہ: حقیقت کے آئینے میں" ڈاکٹر ابرار رحمانی کا نقطہ نظر، نظر انداز کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر سرسید کا قول کہ ہندو اور مسلمانوں کے میل جول سے اردو زبان وجود میں آئی ہے، موصوف کے نقطہ نظر کو پرکھنے پر مجبور کررہا ہے۔

محمد رفیع الدین مجاھد
صدر انجمن اردو ادب، مظفر نگر، اکولہ۔ (M.P)444001

● آپ کا اداریہ بعنوان "اردو میں بچوں کی ابتدائی تعلیم" بہت پسند آیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی قاعدہ پڑھانے سے پیشتر اگر اردو کی دو تین آسان کتب بچہ کو پڑھا دی جائیں تو عربی قاعدہ اور قرآن مجید کی تعلیم اس کے لیے بہت آسان ہوجاتی۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا مضمون "اردو زبان سے بے توجہی" ایک جامع مضمون ہے اسی طرح ڈاکٹر ابرار رحمانی کا مضمون "اردو۔ ہندی کا تقابلی تجزیہ" بھی پسند آیا۔ سرورق پر علامہ اقبال کے اشعار کو پڑھ کر ایمان میں اضافہ ہوا۔

مولانا محمد یوسف امروھوی
234، بیگم سرائے خورد، امروہہ۔ 244221 (یوپی)

● میں نے مقدس رسول کتاب پر (اردو بک ریویو: ص، ۲۹) آپ کے تبصرہ نگار حاذق ضیائی سہسرامی کا تبصرہ پڑھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ "رنگیلا رسول" ایک رسوائے زمانہ کتاب تھی اور اسے ایک آریہ سماجی نے لکھی تھی۔ لیکن تبصرہ نگار کا یہ کہنا کہ اس کتاب کا لکھنے والا مشہور آریہ سماجی بلکہ اس کا بانی سوامی دیانند تھا، غلط ہے۔ سوامی دیانند بے شک آریہ سماج کے بانی تھے، لیکن انہوں نے نہ تو "رنگیلا رسول" لکھی تھی اور نہ ہی اس وقت باحیات تھے۔ جامع مسجد دہلی کے منبر سے تقریر کرنے والے سوامی شردھانند تھے جنہیں قتل کردیا گیا تھا، ان کا بھی اس کتاب سے کوئی تعلق نہ تھا۔

سوامی دیانند نے جتنی ترش مزاجی سے اسلام اور عیسائیت پر رائے زنی کی ہے اس سے کہیں زیادہ ہندوؤں کے مختلف فرقوں کے خلاف لکھا ہے یہاں تک کہ انہوں نے سکھ فرقہ کے خلاف بھی بے حد دل آزارانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود "ستیارتھ پرکاش" آریہ سماجیوں کی ایک بنیادی اور اہم کتاب ہے۔

اندر سنگھ ورما
۲۳، بنک اسٹریٹ، پٹودی روڈ
گڑگاؤں 122001 (ہریانہ)

● حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی تصنیف مقدس رسولؐ میں درج ہے کہ "رنگیلا رسول" لکھنے والا مشہور آریہ سماجی بلکہ اس کا بانی سوامی دیانند تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس سے مسلمانوں نے جامع مسجد کے منبر سے تقریر کرائی تھی۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے سوامی دیانند کی کتاب "ستیارتھ پرکاش" کا جواب بہت ہی مدلل اور مسکت تصنیف "مقدس رسولؐ" سے دیا تھا۔ رسوائے زمانہ کتاب ۲۷ء میں لاہور کے ایک بدزبان آریہ سماجی راج پال نے لکھی تھی۔ اس سے مسلمانوں میں آگ لگ گئی اور زبردست ایجی ٹیشن ہوا۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا ظفر علی خاں اور دیگر مسلم زعماء گرفتار ہوئے۔ اور لاہور کے ایک پرجوش مسلمان علیم الدین نے راج پال کو قتل کردیا۔ جامع مسجد دہلی کے منبر سے سوامی شردھانند نے ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ اور پنجاب میں مظالم کے خلاف تقریر کی تھی۔ گورنر پنجاب سے انٹرویو کے بعد یہ جیل سے رہا کئے گئے اور انہوں نے شدھی کی فتنہ انگیز

تحریک شروع کی جس سے ہندو مسلمانوں کا وہ مثالی اتحاد جو عظیم تحریک خلافت کے دوران پیدا ہوا تھا، پارہ پارہ ہوگیا۔ سوامی جی کی مسلم آزار تقریروں اور تحریروں سے مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچی اور دسمبر ۱۹۲۶ء میں دہلی کے ایک جوشیلے مسلمان قاضی عبدالرشید کے ہاتھوں سوامی جی مارے گئے۔

آچاریہ کرپلانی کی کتاب "مہا تما گاندھی" کا حصہ دوم واقعاتی غلطیوں کی ایک پوٹ ہے۔ راقم نے اس کتاب کے انگریزی ایڈیشن پر مفصل ریویو نیشنل ہیرالڈ دہلی اور لکھنو کے میگزین سیکشن میں کیا تھا۔ بیگم قدسیہ کا صحیح نام بیگم قدسیہ اعزاز رسول تھا کیوں کہ ان کے شوہر کا نام اعزاز رسول تھا جو سندیلے کے تعلقہ دار تھے۔ راجہ اعجاز رسول جہانگیر آباد، ضلع بارہ بنکی کے تعلقہ دار تھے۔

ڈاکٹر ہاشم قدوائی

سابق راجیہ سبھا ممبر

D-1 پریت وہار، دہلی 110092

● ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۱ء کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ اردو کے سلسلے میں بہتر مواد پڑھنے کو ملا۔ اردو زبان کے تئیں اداریہ میں آپ کے مشورے قابل تحسین اور قابل عمل ہیں۔ ڈاکٹر ابرار رحمانی کا نقطہ نظر "اردو ہندی کا تقابلی تجزیہ: حقیقت کے آئینے میں" موضوع کے اعتبار سے بہت خوب اور مکمل آئینہ دار ہے۔

مراسلات کے کالم میں ڈاکٹر سید راحت حسن کا خطاطی کے نمونے سے متعلق مشورہ حکم امتناع معلوم ہوتا ہے۔ کچھ اسی قسم کے خیالات اور ذہن رکھنے والے افراد کی وجہ سے ہماری تہذیب و کلچر روز بروز دھندلی ہوتی جارہی ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اس طرح کے رسالوں کی اہمیت ردی میں فروخت کیے جانے کے قابل ہے تو براہ کرم میری ان سے گزارش ہے کہ آپ اسے ردی میں نہ فروخت کرکے نزدیک کی کسی لائبریری کو عنایت فرمادیں تاکہ اس طرح کے رسالے مستقبل کے لیے محفوظ ہوجائیں۔

علم کے تعلق سے میرا خیال ہے کہ "علم جہاں بھی ہو جس حالت میں ہو اور جس زبان میں ہو قابل قدر ہے۔"

مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری مرحوم صاحب مرأۃ المفاتیح سے اخبار پر کھانا کھانے سے متعلق ان کے کسی شاگرد نے سوال کیا کہ ہم عموماً ایسا کرتے ہیں۔ مولانا مرحوم کا کہنا تھا کہ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ اخبار خواہ کسی زبان میں ہو بہرحال علم کا ذریعہ ہے تو ہمیں ایسا کرنے سے بچنا چاہئے۔

محمد فیروز ہاشمی

یحییٰ نگر، متن بھون، نئی دہلی۔ 110047

● شمارہ ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۱ء ملا۔ اداریہ لاجواب اور حقیقت پر مبنی ہے۔ اردو زبان سے بے توجہی ملک و ملت کا یقیناً بڑا نقصان ہے۔ ہندوستان کے غیر مسلم افراد میں جو بھی تہذیب و تمدن پایا جاتا ہے، صرف اردو کی بدولت ہے۔ "اردو - ہندی کا تقابلی تجزیہ: حقیقت کے آئینے میں" اردو والوں کے لیے زوردار طمانچہ ہے۔

اردو ملاپ سوسائٹی، کرناٹک ہندوستان کے تمام اضلاع کے مالدار و ذی شعور مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ ہر ضلع میں مسلمانوں کا اپنا ریزیڈینشیل اسکول قائم ہو تاکہ مسلمان صحیح معنی میں دین و دنیا کی تعلیم و ہنر سیکھ سکے۔

محمد سمیع اللہ خان باز

صدر اردو ملاپ سوسائٹی، شکاری پور

شموگہ، کرناٹک۔ 577214

● ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۱ء کے شمارے میں "سیرۃ عالمی" پر جناب محمود عالم کا تبصرہ، ایک مکمل مضمون ہے۔ فاضل مبصر نے سمندر کو کوزے میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس تبصرہ نما مضمون سے اصل اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والے خوش عقیدہ مسلمانوں اور یہودیوں و امریکیوں کی شہ پر اسلام کے نام کو مسخ کرنے والی مختلف تحریکوں کے درمیان خط امتیاز کھینچا گیا ہے۔

عبدالمجید ہانگل

باغ رضا، رضا نگر، ہانگل، 581104

ضلع ہاویری، کرناٹک

کتابوں کی صنعت (Book Industry) کے مسائل اور اس پر بڑھتے ہوئے ڈاک خرچ کے اثرات

از: عارف اقبال

> زیر نظر مقالہ دہلی کے لال قلعہ میدان میں منعقد ہونے والے دوسرے اردو کتاب میلے (۳-۱۱ نومبر ۲۰۰۱ء) کے ایک سیمینار کے لیے لکھا گیا تھا۔ جس دن مقالہ پڑھا جانا تھا، اسی دن مقالہ نگار کو دہلی سے باہر جانا پڑا۔ تاہم مقالہ نگار نے اپنے ایک معاون خصوصی جناب اعزاز حسن کو مقالہ پڑھنے کے لیے آمادہ کیا جس کی پیشگی اطلاع سمینار کے ایک ذمہ دار (جن کا تعلق دہلی اسٹیٹ اردو پبلشرز ایسوسی ایشن سے بھی ہے) کو تحریری طور پر دے دی گئی تھی۔ افسوس کہ سمینار میں زیر نظر مقالہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ **(ادارہ)**

کتابوں کی صنعت ایک باوقار، سنجیدہ اور علمی صنعت تصور کی جاتی ہے۔ کیوں کہ کسی بھی ملک کا تعلیمی و علمی سرمایہ اسی صنعت کے دم سے قائم رہتا ہے اور اسے نشو ونما ملتا ہے۔ اس صنعت سے جن افراد کی بلاواسطہ وابستگی ہوتی ہے ان میں مصنفین اور ناشرین کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ مصنفین اور ناشرین کا رشتہ اتنا گہرا ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر علمی اعتبار سے کسی بھی سماج کو تقسیم کیا جائے تو اس کے صرف دو درجے ہو سکتے ہیں۔ ایک درجہ علماء و دانشوروں کا ہوتا ہے اور دوسرا درجہ طالب علم کا۔ علماء اور دانشوروں کا طبقہ ہی سماج میں علم و دانش کا منبع ہوتا ہے اور دوسرا درجہ علم و دانش کے اس منبع سے علمی طور پر سیراب ہوتا ہے یا استفادہ کرتا ہے۔

ہمارے ملک میں کتابوں کی صنعت کی تاریخ بہت پرانی ہے اور اس صنعت سے وابستہ بعض افراد میں ان لوگوں کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے مدبر، عالم اور سیاست داں بھی تھے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ علمی طبقہ رفتہ رفتہ کافور کی طرح معدوم ہوتا گیا۔ بالخصوص اردو صنعت کتب کو اس المیہ سے زیادہ دوچار ہونا پڑا۔ تاہم اس انڈسٹری نے "عظمت رفتہ" کے نام پر ہی سہی اپنے وجود کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسے آگے بڑھانے میں بھی ایڑی چوٹی کا زور صرف کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ سب کچھ لٹنے کے باوجود آج بھی اردو بک انڈسٹری اپنی زمین پر نہ صرف قائم ہے بلکہ حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی بھی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ لیکن اس صنعت کی راہ میں ابھی بھی اتنے سنگ گراں حائل ہیں کہ یہ اپنے وجود کو قائم رکھنے ہی پر پورا زور صرف کررہی ہے۔ لہٰذا جس سرعت سے اردو کتابوں کی صنعت کو فروغ ملنا چاہئے اور ترقی کے منازل طے کرنے چاہئیں ابھی بھی کوسوں دور ہے۔ تاہم اس تلخ حقیقت کے باوجود بعض اعتبار سے اس صنعت نے جو ترقی کی ہے نہ صرف قابل تعریف ہے بلکہ اس سے وابستہ تمام ناشرین مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ ثابت قدمی سے اس پیشے سے جڑے ہوئے ہیں اور اپنی کم ہمتی، کم مائیگی اور بے سروسامانی کے باوجود اس صنعت سے اپنا اٹوٹ رشتہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔

ہمارے ملک میں آزادی کے بعد اردو صنعت کتب کو ایک جھٹکا یہ بھی برداشت کرنا پڑا کہ اس سے وابستہ وہ مصنفین جو ہر فن میں اپنا جوہر دکھاتے تھے، اچانک اردو صنعت کتب سے غائب ہوگئے۔ منشی نولکشور جیسے ناشر کتب سے لے کر پریم چند تک روٹھ گئے۔ اسی صنعت کتب سے سکل سنہا جیسے درجنوں ایسے اساتذہ وابستہ تھے جن کی کتابیں اردو، انگریزی میڈیم سے چھپ کر

ہاتھوں ہاتھ لی جاتی تھیں۔ بالخصوص ہائر سکنڈری اور کالج کے طلبہ کے لیے یہ مصنفین اور ان کی کتابوں کے ناشرین بے حد احترام کا درجہ رکھتے تھے۔ لیکن اردو صنعت کتب کے لیے اب یہ باتیں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔

ہمارے ملک کی موجودہ صورتحال میں ملک کے ہر فرد کے لیے تعلیم لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت ہند کا نشانہ یہ ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو پورے ملک میں خواندگی کی شرح (Literacy rate) سو فی صد ہو جائے۔ لہٰذا تعلیم بالغاں سے لے کر فری پرائمری و ہائر ایجوکیشن کی مسلسل کوششیں ملک گیر سطح پر جاری ہیں۔ لیکن افسوس ناک صورتحال اس وقت سامنے آتی ہے جب سرکاری اعداد و شمار اور حقیقی نتائج کا موازنہ کیا جاتا ہے اور معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تعلیم کو عام کرنے کی سرکاری دوا جوں جوں عام کی جاتی ہے لوگوں کی توجہ تعلیم سے ہٹتی جاتی ہے۔ اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ یہاں ان اسباب پر کچھ کہنے کا موقع نہیں ہے لیکن اتنا کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ سرکار کی جانب سے تعلیمی سہولیات کا مناسب اور فراخدلانہ نظم اپنے دعویٰ کے باوجود بھی قائم نہیں ہو سکا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ ملک میں معاشی بدحالی کا دور دورہ ہے۔ ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی غربت کی لائن سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ بقیہ آبادی کا ایک بڑا حصہ صرف کچھ کمانے یا روزگار کرنے کو ہی بہتر تصور کرتا ہے۔ ایسی صورت میں مہنگی کتابیں اور مہنگی تعلیم کی طرف کس کی توجہ مرکوز ہو سکتی ہے۔ کون اتنی ہمت کر سکتا ہے کہ وہ کتابیں خرید کر خود پڑھے اور اپنی نسل میں اردو کتابوں کے مطالعہ کا ذوق پیدا کرے۔ رہی سہی کسر الکٹرونک میڈیا نے پورے کر دی ہے۔ ناخواندہ طبقے کے ہاتھ میں جب روشن اور دوربین کھلونے ہاتھ لگ جائیں تو کاغذ کے پلندے کی طرف کون ہاتھ بڑھانے کو تیار ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے ملک کی تجارتی پالیسی کچھ ایسی رہی کہ کاغذ سے لے کر طباعت تک کے مرحلوں پر اتنی گرانی آ گئی کہ ناشرین نے مجبور ہو کر کتابوں کی قیمتوں میں اضافے کرنے شروع کر دیے۔ اور اب تو کتابیں خریدنے کے نام پر کہا جاتا ہے کہ بعض لوگ اپنے ہاتھوں کو کانوں تک لے جاتے ہیں اور کتابیں نہیں خریدنے کی بظاہر قسم تک کھا بیٹھتے ہیں۔ بعض لوگوں کا احساس ہے کہ اس سلسلے میں اردو اساتذہ کچھ زیادہ ہی پیش پیش ہیں۔

کتابوں کی صنعت کے بے شمار مسائل اور پیچیدگیوں کے درمیان ایک بڑا مسئلہ اب محکمہ ڈاک سے بھی وابستہ ہے۔ گرچہ اس مسئلے سے ہر زمانے میں ناشرین کتب اور رسائل و مجلات کے مدیران دو چار رہے ہیں لیکن موجودہ صورتحال میں جبکہ کتابوں کے قارئین ڈھونڈنے سے ملتے ہیں، ایک بڑا مسئلہ بن کر سامنے آ گیا ہے۔

ہمارا ملک بھارت ایک بڑا اور وسیع ملک ہے آج بھی یہاں کی اسی (۸۰) فیصد آبادی گاؤں یا قصبوں میں رہتی ہے۔ لہٰذا تجارتی اعتبار سے ضروری اشیاء کی پالیسی سب سے پہلے گاؤں اور قصبوں کے مزاج اور نفسیات کے مطابق طے کی جاتی ہے۔ کتابوں کی صنعت بھی ضروری اشیا کی صنعتوں کا ایک بڑا جز ہے۔ اس صنعت سے خود ہماری حکومت کے بعض تعمیری منصوبوں کا راست تعلق بھی ہے۔ ایسی صورت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کتابوں کی ترسیل پر جو زائد رقم ناشرین کتب کو صرف کرنی پڑتی ہے اس کے اثرات کتاب کے قارئین (Buyers) پر پڑتے ہیں۔ کتابوں کے وہ قارئین جو ملک کی شہری آبادی سے دور رہتے ہیں کسی ناشر سے بذریعہ ڈاک کتاب منگوانے کی ہمت نہیں کر پاتے۔ سال رواں کے نئے بجٹ سال میں یکم جون ۲۰۰۱ء سے محکمہ ڈاک نے ڈاک ٹکٹوں اور دیگر چیزوں کی ترسیل کے صرفے میں جو اضافہ کیا ہے اس سے احساس ہوتا ہے کہ حکومت اس سلسلے میں سنجیدہ نہیں ہے کہ کتابوں کی ترسیل عام ہو اور لوگوں کے اندر خواندگی کی شرح میں اضافہ ہو۔ رسائل اور مجلات کی ڈاک شرحوں میں جو گرانقدر اضافے ہوئے ہیں اس غیر معمولی ضرب کا اندازہ رسائل و مجلات کے مالکان و مدیران ہی کر سکتے ہیں۔ کتابوں کی ترسیل پر یکم جون ۲۰۰۱ء سے قبل 5 روپے فی کلو چارج لگتا تھا اب اس میں صد فیصد اضافہ کر کے دس روپے فی کلو

کر دیا گیا ہے۔ رجسٹری اور VPP چارج میں بھی غیر معمولی اضافہ کیا گیا ہے۔ اگر یہ صورتحال مزید کچھ دن برقرار رہی تو ایسا لگتا ہے کہ ملک کی آبادی کا اندرونی ڈھانچہ دو طبقوں میں تقسیم ہو جائے گا جس میں ایک طبقہ سرمایہ دار کا ہوگا تو دوسرا طبقہ افلاس زدہ۔ مٹھی بھر سرمایہ دار طبقے کو سب کچھ میسر ہوگا لیکن افلاس زدہ طبقہ صرف چند روٹیوں کی خاطر کہیں بھی جد و جہد میں مصروف ہوگا۔ لہٰذا اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ حکومت فوری طور پر صنعت کتب کے مسئلہ کی طرف توجہ دے اور ایسی پالیسی اپنائے جس سے ملک کے ہر طبقے کو دو روٹی کے ساتھ تعلیم کے لیے گھر بیٹھے کتابیں میسر آ جائیں۔ اس سلسلے میں ہمارا احساس ہے کہ حکومت کتابیں اور رسائل و مجلات کے سلسلے میں اضافی ڈاک شرحوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے درج ذیل تجاویز پر غور کرے:

1۔ کتابوں پر فی کلو -/5 روپے ہی ڈاک کا صرفہ آئے۔

2۔ رسائل و مجلات پر زیادہ سے زیادہ فی کلو 15 روپے چارج کیا جائے۔

3۔ ملک کے اندر کتابوں اور رسائل و مجلات کی رجسٹری پر صرف 5 روپے لیا جائے۔ البتہ بیرون ملک رجسٹری چارج -/20 روپے تک رکھا جا سکتا ہے۔

4۔ کتابوں یا رسائل وغیرہ پر VPP چارج فی سیکڑہ ایک روپیہ سے زائد نہ ہو۔ یعنی اگر =/1000 روپے کی VPP ہو تو اس پر دس روپے VPP چارج لیا جائے۔ اس طرح =/100 روپے کی VPP پر ایک روپیہ لیا جائے۔

5۔ ملک میں کتابوں اور رسائل کی تیز رفتار ترسیل (Fast delivery) کے لیے Speed post کے نظام کو فعال بنایا جائے اور ہر چھوٹے بڑے شہروں میں اس کی سہولت عام ہو۔

6۔ Speed post کے ذریعہ کتابوں یا رسائل کی ترسیل کے لیے کتابوں پر فی کلو =/15 روپے سے زائد چارج نہ ہو۔ اسی طرح رسائل کے لیے فی کلو =/30 روپے چارج کیا جا سکتا ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ اگر مذکورہ تجاویز پر حکومت عمل درآمد کرے تو کتابیں ملک میں گھر گھر پہنچنی شروع ہو جائیں گی جس سے نہ صرف تعلیم کو فروغ ملے گا بلکہ کتاب انڈسٹری بھی پوری دیانت داری اور محنت سے مختلف علوم و فنون پر نئی نئی کتابیں شائع کرنے میں فخر محسوس کرے گی۔ کیوں کہ قارئین کی حیثیت سے اس صنعت کو ایک بڑا طبقہ مل جائے گا۔ آپ قاری کے اس کرب کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ اگر وہ =/20 روپے کی ایک کتاب کو رجسٹری سے منگوانا چاہے تو اس کے لیے آج اسے کم سے کم 42 روپے صرف کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ یہی کتاب اگر کوئی شخص دکان سے خریدے تو کچھ رعایت کے بعد وہ کتاب صرف =/15 روپے میں مل سکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ کتابیں قومی حیات کی ضمانت کے ساتھ ساتھ انسانی ورثہ کے تسلسل کی بھی ضمانت ہے۔ □□

کتابوں کو مشتہر کرنے کے لیے

اردو بک ریویو

سے بہتر کوئی اور مجلہ نہیں

کیوں کہ

یہ مجلہ آپ کی کتابوں کو بین الاقوامی سطح پر

کتاب دوست افراد اور اداروں تک پہنچاتا ہے۔

پبلشرز کے لیے اشتہار پر خصوصی رعایت

اردو بک ریویو

کے

نئے لائف ممبر

جناب عبدالرب کوثر رحمانی

A.S. Wood Industries

Chirag Nagar, Ghat Koper

MUMBAI-400086

فکر انگیز اور سبق آموز کتابیں

◄ حقیقت نماز ◄ مولانا امین احسن اصلاحی

نماز کی دین میں اہمیت، انسانی زندگی پر نماز کے اثرات، قوموں کی زندگی پر نماز کے اثرات اور ان کے عروج و زوال میں نماز کا رول، نماز کے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔ قیمت: =/23

◄ فلسفے کے بنیادی مسائل (قرآن حکیم کی روشنی میں ◄

مولانا امین احسن اصلاحی

خدا کی ذات وصفات، آخرت، جزا و سزا، جبر و اختیار، کائنات میں انسان کا مقام، نظام نبوت جیسے مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ کتاب میں قدیم وجدید فلاسفہ کی آراء پیش کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے بعد قرآنی نقطۂ نظر کو پیش کیا گیا ہے۔ قیمت: =/100

◄ عہد نبویؐ کے میدان جنگ ◄ ڈاکٹر حمید اللہ (پیرس)

مایہ ناز محقق ڈاکٹر حمید اللہ کے گہر بار قلم سے غزوات نبویؐ کے مقامات کی مختصر تاریخ اور دلنشین احوال۔ قیمت: =/25

◄ علم وہدایت کے چراغ ◄ مولانا عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی

تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور محدثین کرام کی پر عزیمت زندگی کے ایمان افروز واقعات، زبان سادہ وسلیس، انداز بیان دلنشین۔ قیمت: =/50

◄ تدبر حدیث ◄ (شرح موطا امام مالک۔ منتخب ابواب)

مولانا امین احسن اصلاحی

مولانا اصلاحی کی یہ کتاب دراصل ان دروس پر مشتمل ہے جو انہوں نے ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۳ء تک اپنے قائم کردہ ادارہ 'ادارہ تدبر قرآن وحدیث' میں دیئے۔ یہ دروس رسالہ "تدبر" لاہور میں "تدبر حدیث" کے عنوان سے بالاقساط شائع ہوتے رہے۔ اب انہیں افادۂ عام کے لیے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ مولانا کی دیگر کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت: =/220

دوسرے مکتبوں کی کتابیں اور قرآن مجید بالخصوص دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اور دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کی مطبوعات ہم سے طلب کیجئے۔

ملنے کے پتے

البلاغ پبلی کیشنز

N-1، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

Adv.UBR 03-2001

چشم کشا

The 100 کا مصنف

دی ھنڈریڈ

قابل فخر یا شاتم رسول؟

از: ڈاکٹر داؤد کشمیری

بچپن سے اردو اخبارات کے صفحات پر "اقوال زریں" کی سرخی کے تحت آں حضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے ساتھ غیر مسلم دانشوروں کے اقوال کو یکجا دیکھ کر اس سوچ پر حیران ہوتا رہا ہوں کہ آخر یہ کیسی سوچ ہے جو اللہ کے محبوب بندوں اور عام انسانی مفکروں میں امتیاز نہیں کرتی۔ جب ہمارا یہ ایمان ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے تو زندگی کے متعلق کسی بھی فلسفیانہ قول کے لیے ہمیں دوسروں کی طرف دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اسلامی تعلیمات سے وہ علیحدہ ہیں؟ اور اگر علیحدہ ہیں تو کیا ہم انہیں صحیح سمجھ کر اپنانا چاہتے ہیں؟ کیا اس صورت میں اسلامی تعلیمات نظر انداز نہیں ہوتیں؟

دراصل یہ فکری انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مغلیہ سلطنت کے خاتمہ اور انگریزی اقتدار کے مکمل تسلط کے بعد رونما ہوا جب انگریزی تعلیم کی مرعوبیت ہمارے دلوں میں بیٹھ گئی۔ اکبر الٰہ آبادی نے مرعوبیت کی اس نئی مذموم ذہنیت کا اکثر مذاق اڑایا:

وہ حافظ جو مناسب تھا ایشیاء کے لیے ‫ ‫ خزانہ بن گیا یورپ کی داستانوں کا
فخریہ میں نے جو اشعار پڑھے سعدی کے ‫ ‫ فخریہ آپ سنانے لگے نظم ملٹن
ہشیار رہ کے پڑھنا، اس جال میں نہ پڑنا ‫ ‫ یورپ نے یہ کہا ہے یورپ نے وہ کہا ہے

اس مذموم فکری انقلاب نے ہمارے ذہنوں کو اس طرح جکڑ لیا کہ ہم جب بھی اسلام کے بارے میں کسی غیر مسلم مفکر یا ممتاز سیاسی شخصیت کے اسلام کی شان میں مدحیہ کلمات سے واقف ہوتے ہیں تو ہم پر ایسا سرور چھا جاتا ہے جیسے مجلس سماع میں قوالی سنتے ہوئے بعض حضرات پر "وجد" یا "حال" کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ہم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ اسلام وہ ہے جو قرآن میں ہے اور قرآن کی تعریف (یعنی اسلام کی تعریف) خود اللہ نے قرآن میں کئی مقامات پر کی ہے۔ اس کے بعد کسی غیر مسلم کے "اقوال زریں" کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ ایسی ہی ایک ضرورت یا "وجد" کی کیفیت کا اظہار اس وقت بھی کیا گیا تھا جب انگریزی مصنف مائیکل ہارٹ نے "ایک صدی" (The 100) نامی کتاب دنیا کی سو عظیم اور ناقابل فراموش شخصیتوں پر لکھی اور آں حضرت ﷺ کو اس فہرست میں اول مقام پر "فائز" کیا۔ کیا یہ ہماری حماقت نہیں کہ جن کے متعلق اللہ نے قران میں یہ فرمایا ہو کہ ان کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور ان کی شفاعت میری رحمت کا مظہر۔ تب کسی عام غیر مسلم کو ہم نے اس بات کا اہل کس طرح مان لیا کہ وہ آں حضرت ﷺ کے مقام کا "تعین" کرے؟ اور ہمیں اس بات پر فخر بھی ہے۔ فرض کیجئے اگر وہ آں حضرت ﷺ کو اول مقام پر "فائز" نہ کرتا تو ہمارے فخر کا کیا حشر ہوتا؟ اور ایک مائیکل ہارٹ کے اعتراف سے اسلام کی کونسی خدمت ہوتی ہے؟ کیا ایک عدد غیر مسلم مفکر کے اعتراف سے غیر اسلامی دنیا میں کوئی زبردست اسلامی انقلاب آجائے گا؟ (اب تک کیوں نہیں آیا؟) خود مائیکل ہارٹ مسلمان کیوں نہیں بن گیا؟ وہ سارے غیر مسلم دانشور (مثلاً بقول سہیل لوکھنڈ والا، سروجنی نائیڈو، گوئٹے، برنارڈ شا) اسلام کی تعریفوں کے پل باندھنے کے باوجود اس "پل صراط" پر سے گزرنے کے بجائے اپنے

عقیدے کی سخت زمین پر "گل محمد" کی طرح کیوں قدم گاڑے رہے؟

اور اگر ہم مائیکل ہارٹ کے اس اعتراف پر فخر کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ دنیا کی سو عظیم شخصیتوں میں اول مقام پر "فائز" ہیں تو اسی ہارٹ نے حضرت عمرؓ کو اسی کتاب میں ۵۱ ویں مقام پر دکھایا ہے۔ بدھ، کنفیوشس، کولمبس، ارسطو، لینن، چنگیز خان، ہٹلر وغیرہ کو حضرت عمرؓ سے بالاتر مقام پر رکھا ہے۔ کیا ہم حضرت عمرؓ کے ہٹلر اور چنگیز خان سے موازنہ اور پھر اس عجیب موازنہ میں حضرت عمرؓ کو "کمتر" دکھائے جانے کو قبول کرنے کے لیے بخوشی "تیار" (Readily Willing) ہیں؟ سچ تو یہ ہے کہ ہارٹ کی یہ فہرست ہی بکواس ہے۔ سو شخصیتیں جو مختلف مزاج، کردار اور کارناموں کی اہل ہوں، ان کے باہم تقابل کے لیے کون سے متفقہ اصول اور معیار طے کئے جا سکتے ہیں؟

آخری بات۔ کچھ عرصہ قبل کسی نصابی کتاب میں آں حضرت ﷺ پر ایک مضمون شامل کیا گیا تھا جس میں ان کی ہجرت کے لیے لفظ "فرار" (Fled) استعمال کیا گیا تھا اور مسلمانوں نے اس پر ہنگامہ برپا کر کے اس لفظ کو سبق سے حذف کروایا تھا۔ کیا مسلمانوں کو یہ نہیں معلوم کہ ہارٹ نے بھی اپنی کتاب "یک صدی" میں آں حضرتؐ کی ہجرت کے لیے یہی گستاخانہ لفظ لکھا ہے؟ بلکہ ہجرت کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ اہل مکہ انہیں "خطرناک فتنہ" (Dangerous nuisance) تصور کرتے تھے، استغفر اللہ۔

اسی طرح فتح مکہ کا ذکر ہارٹ اس طور پر کرتا ہے کہ فتح مکہ کے ساتھ آں حضرت ﷺ "حقیقی مطلق العنان بادشاہ" (Virtual Dictator) بن گئے، استغفر اللہ۔ کیا ایک ڈکٹیٹر اہل مکہ کے لیے عام معافی کا اعلان کر سکتا تھا؟ اسلام نے ہمیں آمریت نہیں، خلافت دی ہے۔ جب یہ صورتحال ہو تو ہمیں اس بات پر فخر کرنا چاہیے کہ ہارٹ "یک صدی" میں آں حضرت ﷺ کو اول مقام پر دیکھتا ہے یا آں حضرت ﷺ کے متعلق اس کے گستاخانہ خیالات کی پوشیدہ عیاری سے واقف ہو کر اسے شاتم رسول ﷺ سمجھنا چاہیے؟ کیا "بزم صالحات، بنگلور" کے لیے یہ پشیمانی کی بات نہیں کہ وہ ہارٹ کے ان گستاخانہ خیالات کو کتابچہ کی شکل میں چھاپ کر فخریہ مسلمانوں میں تقسیم کرتی ہے اور دوسرے اسلامی ادارے ان کے ساتھ اس ضمن میں "تعاون" کرتے ہیں۔ اس "تعاون" نے ہی وہ کتابچہ راقم الحروف کے ہاتھوں تک پہنچایا اور اسے پڑھ کر خاکسار سکتہ میں پڑ گیا کہ یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟□□

بشکریہ: اردو ٹائمز، ممبئی

تصحیح

"اردو بک ریویو" شمارہ: ۲۔۷۔۱۷ (ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۱ء) میں شائع درج ذیل وضاحت نوٹ فرمائیں:

(۱) ص:۸ پر ڈاکٹر سید راحت حسین کی جگہ "ڈاکٹر سید راحت حسن" درست ہے۔

(۲) ص:۱۰ پر مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کے اشتہار میں پورے سیٹ پر تاجرانہ رعایت 40% صرف کتاب "دہشت پسندی اور اسلام" کے لیے ہے۔ رعایت کا تعلق ڈائری یا کلنڈر سے نہیں ہے۔

(۳) ص:۶۷ پر تبصرہ نوائے طب وصحت میں Sexual Debility درست ہے۔

(۴) ص:۷۵ پر راشد سہوانی کی پیدائش ۱۹۲۲ء کی جگہ ۱۹۳۲ء درست ہے۔

(۵) ص:۷۸ پر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کی تاریخ وفات ۱۸ر جون ۲۰۰۰ء درست ہے۔ (ادارہ)

کتابیں ذہنی انتشار سے نکال کر سنجیدہ تفکر کی طرف مائل کرتی ہیں۔

امریکی جریدہ "نیوز ویک" کا ایک خصوصی مضمون

The Roots of Rage

"آسمان امریکہ" میں مسلم اُمّہ کی بربادی کے مشورے؟

امریکہ کے عالمی شہرت یافتہ ہفت روزہ جریدہ "نیوز ویک" کے ۱۵ راکتوبر کی اشاعت میں شائع شدہ خصوصی مضمون "The Roots of Rage" پڑھنے کے بعد کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہتی کہ مغرب اسلام کے بارے میں کس درجے کا منفی سوچ رکھتا ہے اور مسلمانوں کو اسلام سے بیگانہ کرنے کے لیے کس نوع کی منصوبہ بندی وہاں کی جارہی ہے! ...... ان مسلمان دانشوروں کے لیے جو مغرب کی چاپلوسی اور خوشامد کرتے ہیں اور ان سے حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے گن گان کرتے ہیں، زیر نظر مضمون چشم کشا بھی ہے اور عبرتناک بھی! (ادارہ)

"دہشت گرد کیوں ہم سے نفرت کرتے ہیں؟" امریکی کہہ سکتے ہیں کہ "ہماری بلا سے؟" اس لیے کہ انہیں پانچ ہزار بے گناہوں کے قتل کئے جانے کا غم ہے لیکن ایک طویل جنگ ان سوالات کے جواب کی متقاضی ہے۔ ہم آزادی کے علمبردار ہیں، وہ اس لیے نفرت کرتے ہیں۔ ہمارے پاس مال واسباب ہے، وہ اس سے حسد کرتے ہیں۔ ہمارے پاس طاقت ہے انہیں محرومی کا احساس ہے۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہوں گی مگر دنیا میں اربوں کی تعداد میں لوگ غربت اور محرومی سے دوچار ہیں وہ سب عام شہریوں کی ہلاکت کا باعث تو بنتے۔ گویا دہشت گردی کی تہ میں کوئی اور ہی جذبہ کارفرما ہے۔

اسامہ بن لادن اسے مذہب سے تعبیر کرتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ کفر اور اسلام کے درمیان جنگ ہے۔ اسامہ بن لادن ہی نہیں پوری اسلامی دنیا اس خیال کی حامی دکھائی دیتی ہے۔ اصل اسلام کیا ہے یا قرآن کیا کہتا ہے، اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ قرآن تو موم کی ناک کی طرح ہے جدھر چاہیں موڑ لیں۔ تاریخ کی ورق گردانی بھی بے سود ہے، گزشتہ چند دہائیوں میں حالات بدل گئے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس وقت صورتحال کیا ہے۔

آیئے ایک نظر عالم اسلام پر ڈالتے ہیں۔ سب سے بڑا مسلم ملک انڈونیشیا اب تک واشنگٹن کا حاشیہ بردار رہا ہے۔ دوسرے بڑے مسلم ممالک پاکستان اور بنگلہ دیش میں اسلام اور جدیدیت ایک ساتھ چل رہے ہیں۔ ترکی سیکولر ملک ہے۔ البتہ مشرق وسطیٰ کی طرف آئیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ ہے وہ سرزمین جہاں خودکش بمبار، پرچم جلانے والے اور سخت گیر ملا جنم لیتے ہیں۔ افغان جنہیں ہم وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنا رہے ہیں، کبھی امریکہ کے خلاف دہشت گردی میں ملوث نہیں پائے گئے۔ افغانستان کو عربوں نے امریکہ کے خلاف میدان جنگ بنا رکھا ہے لیکن امریکہ کے خلاف عربوں کی یہ جنگ بھی زیادہ پرانی نہیں۔ ۱۹۵۰۔۶۰ء کی دہائیوں میں کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ عربوں اور امریکہ کے درمیان چپقلش پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ان ۳۰ سالوں سے پیچھے جانے کی ضرورت نہیں۔ اس دوران ایک طرف عرب حکمران اپنے ہاں معاشی اور معاشرتی سطح پر کوئی مثبت تبدیلی لانے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں تو دوسری طرف ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۹ء کی جنگوں میں اسرائیل کے ہاتھوں شکست نے انہیں رسوا کیا ہے۔ رہی سہی کسر ۱۹۹۰ء میں صدام حسین کے کویت پر حملے نے پوری کر دی۔ مصر ہی کو لیجئے سوائے حکومت مخالفین کو کچلنے کے حکومت کوئی ایک کارنامہ بھی انجام نہیں دے سکی۔ یہی حال شام کا ہے۔ عراق کا حال اس سے بھی بدتر ہے۔ اگر ان ممالک کا اسرائیل کے ساتھ موازنہ کریں تو صورتحال اور بھی گمبھیر دکھائی دیتی ہے۔ گویا غربت اور دولت کی فراوانی، دونوں

اس خطے میں کوئی معجزہ نہیں دکھا سکے۔ اکثر عربوں کا خیال ہے کہ خلیج کی جنگ میں امریکہ نے کویت اور سعودی عرب کے شاہی خاندانوں کو نئی زندگی عطا کی جس سے انہیں اپنے ہاں مزید بدنامی کا سامنا ہے۔

جدت پسندی امریکہ کے لیے بہت بڑی نعمت ہے، مگر یہی جدت پسندی عربوں کے لیے سوائے ناکامی کے کچھ نہیں لائی۔ سوشلزم، سیکولرازم، نیشنلزم غرض کہ ہر طرح کا ازم عربوں کے لیے منحوس ثابت ہوا ہے۔ گویا ماڈرنائزیشن کے لیے مرد آہن اور تیل کی دولت کا ہونا کافی نہیں۔ اس سے بڑی بڑی کاریں اور عشرت کدے تو سجائے جا سکتے ہیں لیکن فری مارکیٹ، سیاسی جماعتیں، احتساب کا عمل اور قانون کی حکمرانی وجود میں آنا ممکن نہیں۔ عالم عرب کا نوجوان کئی طرح کے مخمصوں سے دوچار ہے۔ ایک طرف وہ دیکھتے ہیں کہ دولت کی ریل پیل ہے، بے پردہ عورتیں سرعام چہل قدمی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ دوسری طرف عام ترقی کے مواقع ناپید ہیں۔ اس عدم موافقت نے احیائے اسلام کے تصور کو جنم دیا ہے۔

عرب جو اپنے حکمرانوں کے سامنے بے بس غیر مطمئن ہیں، اسلامی فنڈامنطلوم (بنیاد پرستی) نے انہیں زبردست طاقت دے دی ہے کیوں کہ اسلام کی مخالفت کسی کے بس کا روگ نہیں۔ اسے ۱۹۷۹ء کے ایرانی انقلاب سے مزید شہ ملی ہے لیکن سب سے زیادہ اہم کردار سعودی حکومت نے ادا کیا ہے جس نے اپنے داخلی معاملات سے توجہ ہٹانے اور وہابیت کے فروغ کے لیے بیرون ملک وسیع پیمانے پر روپیہ فراہم کیا، جس کے نتیجہ میں جدید دنیا اور غیر مسلم عوام کے خلاف نیم خواندہ علماء کی فوج تیار ہو کر میدان میں آ چکی ہے۔ امریکہ اس بارے میں عالم اسلام کی جو مدد کر سکتا ہے اس کا ذکر کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہوگا جب تک خود مسلمانوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا کیوں کہ محض بیرونی کوششیں انہیں اس المیہ سے نہیں بچا سکیں گی جس سے انہیں قرون وسطیٰ کی سوچ رکھنے والے ان گروہوں نے دوچار کر دیا ہے۔

امریکہ کے لیے لازم ہے کہ اس مذہبی دہشت گردی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے لائحہ عمل وضع کرے۔ یہ بات اب کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ یہ ایک طویل جنگ ہوگی جس میں کئی محاذوں پر مختلف قسم کی چھوٹی بڑی لڑائیاں لڑی جائیں گی۔ عسکری محاذ پر اصل ہدف کا قلع قمع کرنا ہے۔ خواہ وجوہات ہماری سمجھ میں آئیں یا نہیں، ہمیں ہر حال میں اس دہشت پر قابو پانا ہے۔ سیاسی حکمت عملی زیادہ پیچیدہ اور مشقت طلب معاملہ ہے۔ ہمیں بڑی ہوشیاری اور مضبوطی سے اس جنگ کے لیے عالمی اتحاد قائم کرنا ہوگا۔ ہماری بالادستی کسی کو ناپسند ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں البتہ طاقت کا استعمال اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل جیسے اداروں کے سایہ تلے انجام دینا لوگوں کے لیے نسبتاً زیادہ قابل قبول ہوگا۔ جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے ظاہر ہے عرب ممالک کی خاطر ہم اس کی حمایت سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔ نہ ہی صدام حسین کے سر سے حملوں کا خطرہ کم کیا جا سکتا ہے البتہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ عراقی عوام زیادہ متاثر نہ ہوں۔ اس کے بعد صدام حسین سے مستقلاً بھی چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ اسی طرح اسرائیل کو مغربی کنارے اور غزہ کے علاقے خالی کرنے پر مجبور کرنا ہوگا۔ عربوں کو خوش کرنے کے لیے یہ ضروری نہ بھی ہو تب بھی ہمیں یہ کرنا چاہئے کیوں کہ اصولاً اسرائیل کا ان علاقوں پر قابض رہنا صحیح نہیں۔

اس کے بعد معاشرتی محاذ پر حکمت عملی کی بات آتی ہے۔ امریکہ کو اسلام کو جدید رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ بہ ظاہر یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں۔ سب سے پہلے ہمیں اعتدال پسند عرب ممالک کی مدد کرنی چاہئے بشرطیکہ وہ ماڈرنائزیشن کے لیے تیار ہوں۔ یہ کام اعتدال پسند مسلم گروہوں اور دانشوروں کو آگے لا کر انجام دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح طالبان کے ہٹائے جانے کے بعد افغانستان میں ایک نیا سیاسی ڈھانچہ لانا ہوگا۔ اس کے علاوہ عرب ممالک اور پاکستان جیسے دیگر ممالک کو مجبور کرنا ہوگا کہ وہ اپنے ہاں کھلا معاشرہ (Free Society) قائم کریں۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ بنیاد پرست ہر جگہ اقلیت میں ہیں۔ پوری دنیا یکجا ہو کر آسانی سے انہیں زیر کر سکتی ہے۔ □□

(نیوز ویک، ۱۵/اکتوبر ۲۰۰۱ء)

انور شیخ: بحیثیت شاعر

ایک پہلو یہ بھی ہے

از: سید آفتاب علی

جناب مناظر عاشق ہرگانوی کی تصنیف "انور شیخ: بحیثیت شاعر" پر فاضل ڈاکٹر فیروز دہلوی کا تبصرہ (اردو بک ریویو، ستمبر۔ اکتوبر ۲۰۰۱ء) پڑھ کر ایسا محسوس ہوا کہ شاید مناظر عاشق صاحب اور ڈاکٹر فیروز دہلوی فاضل محترم مبصر نے انور شیخ صاحب کی شاعری کے زیادہ حصہ کو یا تو پڑھا ہی نہیں یا تصنیف و تبصرہ دونوں میں نظر انداز کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ تصنیف میں نے بھی نہیں دیکھی ہے لیکن انور شیخ صاحب کی مہربانی سے ان کی تصانیف نبض جہاں، سوز و ساز، آگ اور پانی اور انگریزی تصنیف Islam, Sex & Voilence (اسلام جنس اور تشدد) پڑھنے کا موقع ملا۔ محترم کا آخری خط مورخہ یکم دسمبر ۱۹۹۹ء کا تحریر کردہ تھا جس کا جواب میں نے اپنے عریضہ جنوری ۲۰۰۰ء کے ذریعہ دیا پھر نہ معلوم کیوں تعطل رہا۔ محترم نے اپنی تصانیف روانہ کرتے وقت تحریر فرمایا تھا کہ "خدا کرے آپ برہم نہ ہوں یہ وہ حقائق ہیں جنہوں نے مجھے اسلام کی صداقت کے متعلق سوچنے پر مجبور کر دیا" اور یہ کہ "میں جو کچھ کر رہا ہوں خدمت خلق کے لیے کر رہا ہوں"...... "پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔" میں نے اپنے عریضہ کے ذریعہ یہ معلوم کیا تھا کہ "کیا آپ مذہب کو سماج کی ضرورت سمجھتے ہیں اور کسی باضابطہ مذہب کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔" میں نے یہ بھی عرض کر دیا تھا کہ "لامذہبی" بھی ایک مذہب بن چکی ہے اور اگر انور شیخ صاحب اسے بھی اپناتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ساتھ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ انور شیخ صاحب کی اردو کتب، نظم و نثر، مزاح کا مجموعہ ہیں۔ "شعری مجموعہ" نہیں جیسا کہ ڈاکٹر فیروز دہلوی نے اپنے تبصرہ میں لکھا ہے۔ "اردو بک ریویو" کی ضخامت کو مدنظر رکھتے ہوئے تینوں اردو کتب سے کچھ حوالے ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں، مجھے امید ہے مناظر عاشق ہرگانوی صاحب اور فاضل مبصر ڈاکٹر فیروز دہلوی اور کتابوں میں شامل کروانے والے صاحبان سید معراج جامی (آگ اور پانی)۔ محمد بدیع الزماں صاحب پٹنہ، ف۔س۔ اعجاز کلکتہ۔ ڈاکٹر عبدالغفار، عشرت ظفر، انور شمیم فیروز آبادی، ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی، عشرت رومانی کراچی، پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم خلیل، اقبال مرزا، ڈاکٹر صابر سنبھلی مراد آبادی۔ اطہر راز، صاحبان مندرجہ ذیل اقتباسات کی بابت اپنا نظریہ یا تبصرہ رکھیں گے۔ انور شیخ کی کتابیں نہایت عمدہ آرٹ کاغذ پر بہترین جلد بندی خوبصورت معیاری کتابت و طباعت کا نمونہ ہیں۔ مفت تقسیم کرنے پر محترم کو لاکھوں پاؤنڈ خرچ کرنے پڑے ہوں گے۔ اب اقتباسات ملاحظہ ہوں، اور خود فیصلہ فرمائیں کہ کون سی خدمت خلق کی گئی ہے۔

۱۔ کتاب "نبض جہاں"

☆ صنم پرستی ایک راہ یا طریقہ ہے جو منزل مقصود یعنی حسن حقیقی تک پہنچاتی ہے۔ ص:۸

☆ وہ شعر اس لیے کہتے ہیں کہ شاعری ان کی گھٹی میں ہے، ان کے لیے فن اور لسانی کسوٹی پر پورا اترنا مشکل ہے اگر وہ اس میں کامیاب ہوں تو، عطیہ الٰہی سے کم نہیں۔ (انور صاحب "الٰہی" کسے مانتے ہیں یہ واضح نہیں ہو سکا۔ کیوں کہ اسلامی عقائد والے اللہ بزرگ و برتر سے انہیں لاتعداد شکوے ہیں)۔ ص:۱۴

☆ ابلیس جبریل کو جواب دیتا ہے "گر ہے شیطان کوئی تو وہ شیطان تو ہے" مکالمہ جبریل و ابلیس۔ ص:۱۶

☆ سیاست داں اور مُلّا (شیطان کے دربار میں) شیطان، ملا اور سیاست داں دونوں کو اپنی اولاد کہتا ہے۔ ص:۲۱

☆ نظم بے خودی، منصور اور ملا میں مکالمہ "تو ملا ہے ترا پیشہ ہے لفاظی و عیاری" ص:۴۷

☆ "چناب" دریا نیل سے کہتی ہے "گنگا جل سے بڑھ کے امرت ہے کہیں پانی ترا" ص:۱۲۴

☆ آپ پیغمبر کی بیوی (زلیخا) کو کیوں برا بھلا کہہ رہے ہیں ص:۲۷۲، سبھی مفسرین قرآن زلیخا کو ایک بھکی ہوئی عورت قرار دیتے ہیں جناب شیخ حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی؟ واہ!

☆ "نبض جہاں" میں کئی مقامات پر "سہواً غلطی" تحریر ہے۔ جو میری سمجھ سے باہر ہے جناب شیخ ہی اس کی تشریح کر سکتے ہیں۔

☆ صفحہ ۲۹۸ پر "بے وضو نمازیں" رقم فرمایا ہے۔ بے وضو اٹھا بیٹھی کی جاتی ہے نماز ادا نہیں کی جاتی۔

☆ صفحہ ۱۶ پر ابلیس کو تاجدار ملائک قرار دیا ہے جبکہ وہ ایک معمولی "جن" تھا۔

۲۔ کتاب "سوز و ساز"

☆ "علم عروض سے بھی آگاہی حاصل کی لہٰذا فنکار کی حیثیت سے میں کسی کسر نفسی کا شکار نہیں ہوں۔" مبصر حضرات غور فرمائیں۔

☆ نظم ہندی اور عربی "خدا بھارت کا تو دشمن عرب پر مہرباں کیوں ہے؟" ص:۸۶

☆ پنجابی اور پنجاب "میں مسلمان خالصہ، ہندو، پہ پنجابی نہیں جس کو وطنیت سے نفرت ہو وہی انسان ہوں۔ ص:۸۸

☆ شیطان استقلال کے ساتھ خدا سے کہتا ہے "اب یہ سمجھا سرنگونی ہے تنزل کا نشاں، جو نہ سجدہ ریز وہ تو اصل میں رحمان ہے۔" ص:۱۰۶

☆ شیطان جبرئیل سے "علت سجدہ حقیقت میں غلامی کا نشہ" ص:۱۰۶

☆ تمام دنیا حضرت سرور عالم کو رحمۃ للعالمین کہتی ہے خود آں حضرت نے ایسا ہی فرمایا لیکن جناب انور شیخ اپنی نظم "فرمان محمد" صفحہ ۱۲۶ پر حضور کی زبان مبارک سے کہلاتے ہیں "دنیا میں مسلمان اس کے لیے ہوں رحمت۔ لیکن ہو جو بھی کافر اسکے لیے ہوں زحمت۔

☆ نظم عرب و عجم صفحہ ۱۲۹ "وحی کا وہم جن قوموں کے سر پر ہو چکا حاوی۔ وہی گمراہ عالم ہیں وہی معتوب یزدانی"

☆ "محمد کی پرستش مقصد اسلام کہتے ہیں" یہ الاحزاب آیات ۳۳-۵۶ کی من مانی توضیح ہے۔ ص:۱۳۰

☆ "جہاد اس نفرت آدم کی وہ تفسیر افسردہ۔ جو کہتی ہے کہ نا مسلم کو دنیا سے مٹا ڈالو" ص:۱۳۲

☆ ایک پیر درویش کے ذریعہ ایک کنواری مریدہ کے ساتھ زنا بالجبر پر شعر۔ ص:۱۴۵

وہ چیخ اٹھی کہ جیسے چوٹ مارے گیند پر بلّا: اُئی اللہ، ائی اللہ، ائی اللہ، ص:۱۴۵، نعوذ باللہ

اگر یہ تخلیق شعر ہے تو نمائندگی فحاشی کیا ہوگی؟ (راقم)

۳۔ کتاب "آگ اور پانی"

☆ یار لوگوں نے زندگی کی تلخیوں سے بچنے کے لیے جنت اور حور و غلماں کی داستانیں گڑھ رکھی ہیں۔" ص:۱۰

☆ "میں احمدیوں پر کفر کے تبصرے بھیجنے کی بجائے انہیں سلام کہتا ہوں یہ انہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اردو ایک الہامی زبان بن گئی ہے (عین ممکن ہے شیخ صاحب قادیان سے متاثر ہوں) ص:۱۰ (واہ کیا انکشاف ہے: راقم)

☆ پاکستانی میزائل "غوری" اور ہندوستانی میزائل پرتھوی کے درمیان مکالمات۔ ص:۴۹ پر غوری کا سرزمین ہند کو دارالحرب کہنا اور "پرتھوی" کا جواب "ہندیوں کا قتل و غارت تیرا تاریخ نشاں" اسی طرح صفحہ ۵۱ پر گنگا ماتا اور چاہ زمزم کے

درمیان مکالمات مسلم مخالف اور مسلمانوں کو قوم پرستی کا دشمن بتاتا ہے۔ اسلام کے لیے فرمایا گیا ہے کہ "ایک ہے لعنت خدا کی وہ کوئی مذہب نہیں"

"برہمچاری اور شیخ" صفحہ ۳۹ "پاکستان اور اسلام" صفحہ ۵۰، علی گڑھ یونیورسٹی (اصلی نام علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) لفظ "مسلم" کا حذف کرنا انور شیخ صاحب کے خیالات کا ترجمان ہے۔ صفحہ ۵۲ لیکن "مسلمان اور کافر" صفحہ ۵۴ اور "مسلمان اور بھارت" صفحہ ۵۴-۵۵ میں مسلمانوں کی زبان سے بھارت کو "مرکز کفر" قرار دیا گیا ہے اور بھارتی مسلمانوں کی خاص تمنا "مرا بس چلے تو سارے بت توڑ دوں" بتایا گیا ہے۔

☆ انور شیخ صاحب مذہب کے اعتبار سے مسلمان کے علاوہ کچھ بھی ہوں لیکن پنجاب پرستی ان کا مذہب اور مسلم آزاری محترم کا محبوب مشغلہ محسوس ہوتا ہے۔ اس مشغلہ کو پیشہ وارانہ ایمانداری کے ساتھ نبھاتے ہیں دراصل خدا بیزاری، شعائر اسلام کی بے حرمتی، بھارتی مسلمانوں کی وفاداری پر شک پیدا کرنا، خدا، پیغمبرؐ، فرشتوں، کلام الٰہی کا مضحکہ اڑانا شیخ صاحب کی شاعری کے بنیادی عناصر ہیں جبکہ کئی بھارتی مسلمانوں نے موصوف کی شاعری کو الہامی قرار دیا ہے۔

میں نے محترم کی تین اردو کتب کے حصہ نظم پر مختصر طور پر نظر ڈالی ہے۔ حصہ نثر کے نمونے کے طور پر "آگ اور پانی" صفحہ ۱۶۰ کے "پیرا گراف استنجا" "ایلیٹ" ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جہاں "سجدہ میں پڑے نمازیوں کی دھوتی اٹھا کر تسلی کرنے" کا بڑا مذہب بیزار، بے ڈھنگا طنز کیا گیا ہے۔ میں نے جتنے حوالے دیئے ہیں موصوف کی کتب سے دیئے ہیں پھر بھی جناب صابر سنبھلی، سید معراج جامی، محمد بدیع الزماں ماہر اقبالیات پٹنہ، مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر فیروز دہلوی، اقبال مرزا، اطہر راز، عشرت رومانی کراچی، انور شمیم، ڈاکٹر ابراہیم خلیل، ف۔س۔ اعجاز، ڈاکٹر عبدالغفار صاحبان کو اپنی رائے رکھنے کا پورا حق ہے۔ میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اگر "انور شیخ" لامذہب بھی ہوں تب بھی میں انہیں اردو ادیب اور انشاء پرداز ضرور تسلیم کروں گا، ہاں امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے مذہب یا لامذہبی کا بے دھڑک اعلان فرمائیں۔ آریہ سماج، برہمو سماج، سناتن دھرم کے لاتعداد اردو پمفلٹ کتب اور رسائل اردو میں شائع ہوئے کم از کم قاری کو یہ ضرور معلوم ہوتا تھا کہ وہ کس ملک کا پروپیگنڈہ مواد پڑھ رہا ہے۔ انور شیخ کی تخلیقات اس معاملہ میں راہ کا تعین کر سکی ہیں نہ منزل کا۔ □□

پتہ: A-29، نیو آزاد پورم، متصل رام لیلا گراؤنڈ، ہارٹ مین کالج روڈ، پوسٹ عزت نگر، بریلی۔ 243122

URDU BOOK REVIEW
ADVERTISEMENT TARIFF
(W.e.f. 1-1-2000)

FULL PAGE	Rs. 1600.00
HALF PAGE	Rs. 900.00
QUARTER PAGE	Rs. 500.00
BACK COVER (Title) *Coloured*	Rs. 3500.00
INNER COVER (Title) *Coloured*	Rs. 2500.00

Attractive Discount for six continuous insertions.

READERSHIP

Govt. Libraries, Pvt. Libraries, University Libraries, University Departments, Colleges, Schools, Institutions, Organisations, Publishers and Book-Sellers, Businessmen, Authors, Research Scholars & Abroad.

Please make your cheque/D.D favouring:

URDU BOOK REVIEW

قصہ نائپال کے نوبل انعام کا

از: ڈاکٹر ابرار رحمانی

انعام خواہ کوئی بھی ہو اس کا جب بھی اعلان کیا جاتا ہے، اختلاف رائے ضرور ہوتا ہے۔ نوبل انعام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ لیکن نوبل انعام کے صدی سال میں خاص طور پر ادب (Literature) اور امن (Peace) کے لیے جس طرح کے ناموں کا اعلان کیا گیا ہے، اس سے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اب یہ ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی ہے کہ گرچہ یہ انعام سوئڈش اکیڈمی دیتی ہے لیکن ان انعامات کے لیے ناموں کے انتخاب کے پیچھے امریکی اور یہودی لابی کا سب سے بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ کیوں کہ نوبل انعام کی ابتدا جس الفریڈ نوبل کے نام سے ہوئی تھی وہ خود بھی یہودی تھا۔ امن کے لیے اقوام متحدہ اور اس کے سکریٹری جنرل کوفی عنان کے نام کا اعلان بھی ہماری اس بات کی تائید کرتا ہے۔ ایک عام انسان بھی آج کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے کہ کوفی عنان امن عالم قائم کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں اور تنظیم 'اقوام متحدہ' (U.N.O.) امریکہ کی رکھیل بن چکی ہے۔

اسی طرح ادب کا نوبل انعام ایک ایسے وقت میں ایک ایسے شخص کو دیا جانا جو اپنی دشنام طرازی اور اسلام مخالفت کے لیے مشہور ہو، ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے کہ نائپال کے آباء واجداد ہندوستانی تھے یا یہ کہ نائپال ہندی نژاد ہیں، خوشی منانا اور نائپال کی قصیدہ خوانی کرنا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ واضح ہو کہ اسی نائپال نے ہندوستان جنت نشان کو عفونت، سڑانڈ اور پیشاب خانہ سے تعبیر کر کے اس ملک کی تذلیل کی ہے۔

وی ایس نائپال نے جب ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ "پٹنہ سے لے کر پورا ملک پیشاب گھر ہے" تو ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ ہم ہندوستانیوں نے خاص طور پر بڑی لے دے کی۔ عام طور پر اس معاملہ کو لے کر اس وقت ان کی مذمت کی گئی۔ لیکن بین الاقوامی سطح پر عموماً ایسی چیزوں کو زیادہ پسند کیا جاتا رہا ہے، جس میں کسی ملک کی غریبی، بھکمری، اور پستی وضلالت کا ذکر ہو۔ بالفاظ دیگر کسی ملک، جگہ، قوم، انسان یا مذہب کو ننگا کر کے دکھایا گیا ہو۔ انسان فطری طور پر ذہنی عیاش واقع ہوا ہے اور اسے ایسی باتوں میں نہ صرف مزہ آتا ہے بلکہ یک گونہ سکون بھی ملتا ہے۔ ہمارے نام نہاد 'مصنف' اور 'دانشور' انسان کی اس فطری کمزوری کا فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ نوبل کمیٹی نے انعام کے لیے ان کے نام کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ "وہ ایک الگ دبے کچلے طبقے کا تعارف کراتے ہیں۔" اب اگر 'مسٹر نائپال' نے بھی ذہنی عیاشی کی ہے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ (واضح ہو کہ نائپال نے اپنی شکل کے بارے میں صاف لفظوں میں کہا ہے کہ یہ کسی عیاش کی شکل نظر آتی ہے) نائپال بھی آخر ایک انسان ہی ٹھہرے۔ ہم آپ کی طرح۔ لیکن اب انہیں ایک 'نشان امتیاز' عطا کر دیا گیا ہے۔ اب وہ نوبل انعام یافتہ ادیب اور دانشور ہیں اور یقیناً اب وہ ہم سے "ممتاز" ہیں۔

ودیادھر سورج پرساد ایک معروف مصنف ہیں لیکن انہوں نے اپنے قلم کو صیقل کرنے کے لیے دیگر باتوں کے علاوہ ہندوستان کی غریبی اور بدحالی کو بیچنے کا کام کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی تین کتابیں خاص طور پر اس بات کی گواہ ہیں۔

An Area of Darkness (1964)

India:A Wounded Civilization (1977)

India:A Million Mutinies Now (1990)

آپ مذکورہ تینوں کتابیں پڑھ جایئے، پھر ٹھنڈے دماغ سے بیٹھ کر سوچئے۔ اب آپ جس نتیجہ پر پہنچیں گے وہ کچھ میرے احساسات سے الگ نہ ہوگا۔ کسی بات کو جوں کا توں پیش کر دینا ہرگز فنکاری نہیں ہے۔

وی ایس نائپال کی تحریروں سے عریاں بیانی (جسے عام طور پر راست بیانی یا حقیقت بیانی سے موسوم کیا جاتا ہے) ظاہر ہوتی ہے اور وہ بین السطور میں اپنی اس "راست بیانی" کو جائز ٹھہرانے پر بضد ہیں، ٹھیک گالزوردی کی طرح۔ گالزوردی نے اپنے بھونڈے پن کا دفاع کرتے ہوئے ایک من گھڑت واقعہ بیان کیا تھا:

"کسی جگہ لوگ نہایت آرام وسکون کی زندگی بسر کرتے تھے کہ ایک صاحب کو خبط سوار ہوا۔ آپ نے ایک لالٹین لے کر شہر کی سڑکوں پر اور گلی کوچوں میں ٹہلنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سڑکوں اور گلیوں پر ہر جگہ گندگیاں نظر آنے لگیں۔ اس حرکت سے لوگ بہت خفا ہوئے اور خفا ہونا فطری تھا۔ جہاں انہیں صفائی نظر آتی تھی اب گندگی نظر آنے لگی۔ حسن کی جگہ بدنمائی نے لے لی۔ جس شہر کو وہ دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت شہر سمجھتے تھے وہ بدنمائی اور گندگی کا گہوارہ نکلا۔ ان لوگوں کا خفا ہونا برحق تھا۔ بھلا یہ کسی سمجھ دار شخص کا کام تھا کہ اس حسین اور مصفا شہر میں گندگی پھیلائے۔ اس کو پکڑ کر لوگ قاضی کے پاس لے گئے تو اقبال جرم کے عوض فرمانے لگے۔ "میں بے قصور ہوں اور یہ لالٹین بھی بے قصور ہے۔ میں تو صرف لالٹین لے کر شہر میں چکر لگاتا ہوں۔ لالٹین کی روشنی سڑکوں پر پڑتی ہے، تاریک گوشوں کو روشن کرتی ہے، اب اس روشنی میں گندگیاں جو پہلے سے موجود ہیں نظر آنے لگیں تو اس میں میرا یا اس لالٹین کا کیا قصور ہے۔"

اب کوئی بھلا گالزوردی سے پوچھے کہ صاحب ادب اور تنقید لالٹین کیوں کر ہے؟ چمکتا ہوا سورج کیوں نہیں؟ اور بھلا آپ شہر کی گندگی رات کی تاریکی میں ہی کیوں دیکھنے نکلتے ہیں؟ دن کا انتظار کیوں نہیں کر لیتے؟ اگر شہر واقعی گندہ ہے یا گندگیوں کا ڈھیر ہے تو سورج کی روشنی میں زیادہ نمایاں نظر آئے گا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ خود دن کی روشنی سے نظر چرانے لگے ہیں؟ یا آپ میں نظر ملانے کی ہمت نہیں؟ یاد رکھیں ادب فن اور شعور سے عبارت ہے۔ گالزوردی کی طرح وی ایس نائپال بھی اس ذہنیت کے شکار نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پورا ہندوستان ہی نائپال کو پیشاب گھر نظر آتا ہے۔ جدید ہندوستان کے معمار گاندھی جی کی بھی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں۔ نائپال کی نظر میں گاندھی جی جاہل اور فہم وتدبر سے نابلد تھے۔

ہندوستان کی آزادی کے تعلق سے گاندھی جی کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جو کوئی بھی اس ذہنیت کے حامل ہیں یقیناً ایک خاص نظریے کے حامل ہیں اور دیش بھکتی کے نام پر دیش توڑنے کا کام کرتے ہیں، ایسے لوگ ناقابل معافی ہیں۔

ولیم فالکنز کا خیال ہے کہ "ادیب کے لیے ۹۹ فیصد فطانت، ۹۹ فیصد ضبط ونظم اور ۹۹ فیصد ریاضت درکار ہے۔" ادب اور فن کے لیے یہ ریاض، دانشورانہ سوجھ بوجھ اور فنکارانہ گرفت نائپال کے یہاں عنقا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر نائپال کی چیزیں بین الاقوامی سطح پر ہاتھوں ہاتھ لی جارہی ہیں اور انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا جارہا ہے تو کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ میں یہاں انسان کی ایک دوسری فطری کمزوری کا ذکر کرنا چاہوں گا اور وہ ہے تعصب۔ آج دنیا میں ہر سطح پر عصبیت کا بول بالا ہے۔ کہیں مذہب کی بنیاد پر، کہیں قومیت کے نام پر کہیں رنگ اور نسل کے نام پر، کہیں ملک اور قوم کی بنیاد پر اور کہیں صرف انسان کے اپنے ذاتی مفاد کے نام پر۔ اس اجمال کی تفصیل مسٹر نائپال کی شخصیت اور ان کا ادب ہے۔

یقیناً وی ایس نائپال خود ایک دبے کچلے طبقے سے تعلق رکھتے تھے لیکن انہوں نے اس امیشاپ سے پیچھا چھڑانے کے لیے جو طریقہ اپنایا اسے کسی طور پر بھی قابل تعریف نہیں کہا جاسکتا۔ وی ایس نائپال کے دادا ۱۸۸۰ء میں ہندوستان سے ایک بندھوا مزدور کے طور پر ترینیداد گئے تھے۔ جہاں انتہائی کسمپرسی کے عالم میں انہوں نے زندگی گزاری تھی۔ نائپال کے والد شیو پرساد نائپال نے پڑھ لکھ کر صحافت کا پیشہ اختیار کیا اور ان کی تحریروں میں جدوجہد اور احتجاج کی جھلک واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔

یہ انہی شیو پرساد کی محنت، لگن اور تربیت کا ثمرہ ہے کہ ودیادھر، اب "سرودیا" کے خطاب سے پکارے جاتے ہیں۔ بہر حال یہاں ہمارا موضوع شیو پرساد نائپال نہیں وی ایس نائپال ہیں اور یہاں اس جملہ معترضہ کی ضرورت اس لیے آپڑی کہ وِدیادھر نائپال نے جتنی بھی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں A House for Mr. Biswas ایک اہم تصنیف ہے۔ کہانی کے ہیرو وِدیادھر کے والد شیو پرساد ہیں اور ضمنی کردار کے طور پر خود ودیادھر بھی نظر آتے ہیں۔ اس میں بنیادی طور پر نائپال نے غیر مقیم ہندوستانیوں کو موجودہ معاشرے میں رہتے ہوئے اپنی جڑوں کو پکڑے رہنے کی جدوجہد کرتے دکھایا ہے۔

کہانی بظاہر بہت عام سی ہے۔ ترینیداد میں ایک ہندوستانی برہمن جا بسا ہے۔ وہاں تنہائی کی کسک اور اپنی جڑ سے اکھڑ جانے کا غم اسے بری طرح ستاتا ہے۔ کہانی کے ہیرو مسٹر بسواس کو یہ بات اکثر کچوٹتی رہتی ہے کہ جڑ سے اکھڑ کر بھی اسے اپنا ایک گھر نہیں ملا۔ اس کی ساری تگ ودو، ساری جدوجہد اسی ایک گھر، اپنے اسی جڑ کی تلاش کے لیے ہوتی ہے۔

کہانی یقیناً عام سی ہے لیکن اس کا ٹریٹمنٹ اتنا اچھا ہے کہ پڑھنے والے کو مسٹر بسواس سے ایک لگاؤ سا پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بھی اس سے ہمدردی کرنے لگتا ہے۔ یہی اس ناول کی کامیابی ہے۔ سچا فن اور فنکار وہی ہے جو قصہ تو بیان کرے کسی ایک شخص کا لیکن اس میں عکس نظر آئے پوری ایک جماعت کا، پوری ایک قوم کا بلکہ پوری دنیا کا۔ اپنا گھر چھوڑ کر پردیس میں جا بسے ایک انسان کا غم، اس کی پریشانیاں، اپنی جڑوں کی تلاش ایک ایسا موضوع ہے جو نائپال کی تخلیقات میں بار بار مختلف شکلوں میں نمایاں ہوتا ہے۔ یہ ناول اپنے موضوع، اسلوب اور ٹریٹمنٹ کے لحاظ سے اہم ہے لیکن تعجب ہے کہ انہیں نوبل انعام اس کتاب کے لیے نہیں بلکہ ان کی ایک دوسری تصنیف An Enigma of Arrival کے لیے دیا گیا ہے۔

اپنی جڑ کی اسی تلاش میں نائپال کئی بار ہندوستان بھی آئے۔ لیکن ہندوستان کے تئیں انہوں نے جس طرح کے جذبات و احساسات اور مشاہدات کا اظہار کیا ہے اور جن الفاظ میں کیا ہے وہ ان کی دانشورانہ حیثیت پر حرف لاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان سے متعلق ان کی کتابوں پر منفی تاثرات کا اظہار کیا گیا اور اکثر انہیں ناپسندیدگی کی نظر سے بھی دیکھا گیا۔

"این ایریا آف ڈارکنس، انڈیا: اے وونڈڈ سیویلائزیشن اور انڈیا: اے ملین میوٹینز ناؤ" ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ان کتابوں کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ ان میں کیا کچھ ہوگا۔ اندھیر نگری، زخمی تہذیب اور بغاوت ہی بغاوت۔ شاید انہیں الفاظ سے نائپال کی نظر میں ہندوستان عبارت ہے۔ نائپال کی پیدائش ترینیداد میں ہوئی لیکن ان کی تربیت برطانیہ میں ہوئی۔ انہوں نے شہریت بھی برطانیہ کی ہی اختیار کی اور اب وہ اس کا حق نمک ادا کر رہے ہیں۔ ان کی تحریروں کا یہ انداز و اسلوب بہت کچھ اسی تربیت کی دین معلوم ہوتا ہے۔ ان کی تازہ ترین کتاب "ہاف اے لائف" بھی اسی بات کا ثبوت ہے۔ یہ ایک سوانحی ناول ہے جس کا ہیرو خود نائپال ہیں۔ اس ناول میں ولی چندرن (نائپال) ایک ایفرو پرتگالی لڑکی 'انا' سے عشق کرتا ہے پھر شادی۔ اس میں چندرن طوائفوں سے جنسی تعلقات قائم کرنے کا اعتراف بھی کرتا ہے۔ نائپال کی یہ کہانی اس کی آدھی زندگی پر مشتمل ہے جو اس کی پہلی بیوی پٹریشیا ہیل کے ساتھ گزری تھی جسے اس کتاب میں نائپال نے 'انا' کا نام دیا ہے۔

جدید ہندوستان اور ہندوستانی نظریات کی بات جب آتی ہے تو یہ بات پہاڑ بن کر ہمارے سامنے کھڑی ہوتی ہے کہ جدید ہندوستان کے معمار مہاتما گاندھی کے بارے میں اس مصنف کے خیالات کیا ہیں۔ یہاں یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ نائپال اور نائپال کی ہندوستانیت کا بکھان کرنے والوں کو ان کے گاندھی مخالف خیالات و نظریات آخر کیوں نظر نہیں آتے ہیں۔ کیا گاندھی واقعی ۱۹۴۸ء میں مارا جا چکا؟

ان سب باتوں کے باوجود ہمیں اس بات پر 'فخر' ہے کہ ایک ہندوستانی نژاد مصنف کو نوبل انعام سے نوازا گیا۔ اس مصنف کو جس نے ہندوستانی نژاد ہوتے ہوئے بھی انگریزی اور انگریزی ادب کی وسعت میں "بیش بہا کارنامے" انجام دئے۔

نائپال کو نوبل انعام دینے کا اعلان کرتے ہوئے نوبل کمیٹی نے جن باتوں کے لیے نائپال کی تعریف کی ہے وہ کچھ اس طرح ہیں:

"نائپال کی تحریریں ہمیں دبائی ہوئی تاریخ کی موجودگی سے آنکھ ملانے کے لیے مجبور کرتی ہیں۔ نائپال ایسے رائٹر ہیں جو وقت کی نبض کو تھامے ہوئے ہیں۔ نائپال نے ادب کے موجودہ رجحان اور آدرش سے خود کو الگ رکھتے ہوئے ایک الگ راہ نکالی ہے۔ ایسی راہ جس میں فکشن اور نان فکشن کے درمیان روایتی فرق کافی کم ہو گیا ہے۔"

نوبل انعام کمیٹی کی ان باتوں میں کتنی سچائی ہے؟ اس کے لیے نائپال کی تمام تر تصانیف کا تفصیلی اور تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ درکار ہے۔ البتہ ہم یہاں ان کی کم و بیش ۲۵ کتابوں میں سے دس اہم کتابوں کے نام لکھتے ہیں جن کے مطالعہ سے نائپال کے خیالات و نظریات کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے:

1-A House for Mr. Biswas-1961	2-An Area of Darkness-1964
3-India: A Wounded Civilization-1977	4-Among the Believers-1981
5-Finding the Centre-1984	6-An Enigma of Arrival-1987
7-India: A Million Mutinies now-1990	8-A Way in the World-1994
9-Beyond Belief-1998	10-Half a Life—2001

وی ایس نائپال کی دوسری شناخت ان کی اسلام مخالف تحریریں ہیں۔ حقیقت بیانی اور حقیقت نگاری کے پردے میں نائپال نے اسلام پر ایسی ایسی تہمتیں لگائی ہیں جن کا حقیقت سے دور دور کا کوئی واسطہ نہیں رہا۔

وہ بات جس کا سارے فسانے میں ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

نائپال کی اسلام مخالف تحریروں سے ان کی عصبیت اور تنگ نظری کا صاف اظہار ہوتا ہے۔ بابری مسجد تنازعہ پر نائپال نے کہا تھا:

"مجھے نہیں لگتا کہ بھارت کے لوگ صدیوں پہلے کی اسلامی تخریب کاری سے ابھی تک نکل پائے ہیں۔ تب کیا ہوا تھا، یہ وہ ٹھیک سے سمجھ بھی نہیں سکے ہیں۔ ایودھیا آندولن کچھ کچھ اسے سمجھنے کی کوشش ہی ہے۔ یہ تھوڑا گمراہ کن ہو سکتا ہے لیکن ہے ایک تاریخی عمل کا حصہ۔ اسے فاشزم کہنے والے یہ نہیں سمجھ پا رہے ہیں کہ کیوں پورے ہندوستان میں اسے لوگوں کے دلوں میں جگہ ملی ہے۔"

یہاں نائپال کی اس بات کا کافی وشافی جواب تحصیل حاصل ہوگا اور تضیع اوقات بھی۔ ایودھیا اور بابری مسجد کے تعلق سے کافی بحث ہو چکی ہے۔ اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ تنازعہ نہ تو 'قومی فخر' کا معاملہ ہے اور نہ ہی مذہبی جذبات کا۔ بلکہ اس کے پیچھے سیاست اور مذہبی عصبیت کارفرما ہے اور جو لوگ بھی اس کی پشت پناہی یا حمایت کر رہے ہیں وہ فاشزم کو بڑھاوا دے رہے ہیں اور ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ نائپال کی ہندوستان پر لکھی کتاب "اے وونڈڈ سویلائزیشن" ضرور پڑھ لیں، ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ جہاں تک نائپال کے خیال کا تعلق ہے تو نائپال کا یہ خیال اسلام اور ہندوستان کی بھائی چارگی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے خلاف ہے۔

جو لوگ بھی نائپال کو نوبل انعام ملنے پر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہیں، وہ ان حقائق سے نابلد ہیں اور صرف ایک خاص ذہنیت کے تحت نائپال کی قصیدہ خوانی کر رہے ہیں۔ نائپال نے اسلام سے متعلق جو گل افشانیاں کی ہیں، ان کا نچوڑ کچھ اس طرح ہے:

"اسلام آج بھی ہزار سال پہلے کے عرب میں پیغمبر کے بنائے ہوئے اٹل اصولوں کا غلام ہے۔ اس میں تاناشاہی بھری

ہوئی ہے اور عقل وشعور کے جذبات کے فروغ کا کوئی موقع نہیں۔ وہ تاریخ کو اپنے مذہبی اعتقادات کی توثیق کے علاوہ اور کسی روپ میں دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔ نہ اس کی اجازت دیتا ہے، آج کی دنیا میں سماج، سائنسی اور تکنیکی طور پر مسلم سماج کے پچھڑے پن کا صرف یہی سبب ہے۔ اسلام کا ظہور عقل ودانش پر مبنی ایک عظیم تحریک کی شکل میں ہوا تھا لیکن آج اس کے پاس سیاسی یا روزمرہ کے مسائل کا کوئی حل نہیں ہے۔ دینے کے لیے اس کے پاس محض مذہبی ایقان اور پیغمبر ہیں، جو سب کچھ ٹھیک کر دیں گے۔ لیکن اب وہ ہیں نہیں۔ اس لیے آج کا سیاسی اسلام اتنا غضب ناک اور پرتشدد ہوا اٹھتا ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔

صاف ظاہر ہے کہ یہاں نائپال کی اسلام دشمنی کام کر رہی ہے۔ ورنہ اگر وہ فہم وفراست اور عقل وشعور سے کام لیتے تو ہرگز اس نتیجہ پر نہیں پہنچتے۔ نائپال نے آج کے مسلمانوں اور مسلم حکومتوں کو بادی النظر میں دیکھ کر ہی یہ نتیجہ نکالا ہے۔ ورنہ اگر اصل اسلام کا انہوں نے ٹھنڈے دل سے مطالعہ کیا ہوتا تو نتیجہ کچھ اور ہی نکلتا۔

برنارڈ شا نے کہا تھا: "Islam is a best religion but Muslim is a worst community" یعنی اسلام سب سے اچھا مذہب ہے لیکن مسلمان ایک بدترین قوم ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں نے اپنے اعمال وافعال سے اسلام کو کافی بدنام کیا ہے۔ مسلمانوں کی تباہ حالی اور ضلالت وگمرہی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے، کاش کہ ہم آج بھی اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھام لیں اور خود بھی سرخ رو اور کامیاب ہوں اور اس دین فطرت اسلام کو بھی سربلند کریں۔ نائپال جیسے 'دانشوروں' کے لیے برنارڈ شا کا یہ قول مشعل راہ ہوسکتا تھا، اگر ان میں حق وصداقت کی قبولیت کی صلاحیت ہوتی۔ لیکن جہاں تعصب اور اسلام دشمنی کارفرما ہو، وہاں حق وصداقت کی قبولیت کا کوئی گزر نہیں ہوسکتا۔

ہندی کے مشہور ادیب پروفیسر نامور سنگھ نے نائپال کو نوبل انعام ملنے پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ نائپال کا ادب اس معیار کا نہیں ہے کہ انہیں نوبل انعام دیا جاسکے۔ انہوں نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ "نائپال کو یہ انعام اسلام دشمنی کے سبب دیا گیا ہے۔" آخر میں معاصر انگریزی روزنامہ "دی ٹائمز آف انڈیا" کی رائے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ٹائمس آف انڈیا لکھتا ہے:

"نائپال کے نظریات پختہ نہیں ہیں۔ اکثر ان میں جذباتیت کی جھلک ملتی ہے۔ اسلام کے بارے میں وہ معاندانہ جذبہ رکھتے ہیں لیکن نوبل انعام ان حالات میں دیا گیا جب پورا عالم اسلام بے چینی اور بے قراری کے عالم میں مبتلا ہے۔ اس لیے سویڈش اکیڈمی کا فیصلہ ایک بار پھر اختلافات کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔" □□

پتہ: تزئین اپارٹمنٹ ۔179/22، ذاکر نگر، نئی دھلی۔۲۵

ہندوستان کا پہلا سائنسی اور معلوماتی ماہنامہ

ماہنامہ سائنس

(کامیاب اشاعت کا آٹھواں سال)

مدیر: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز قیمت: فی شمارہ =/15، سالانہ تعاون (انفرادی) =/150 روپے

گھر کے ہر فرد کے لیے ایک نادر تحفہ

رابطہ: ماہنامہ سائنس، 665/12، ذاکر نگر، نئی دہلی ۔110025

تبصرہ کتب

تجلیات صحابہؓ

تبصرہ: حاذق ضیائی سہسرامی

کتاب: تجلیات صحابہؓ مصنف: مولانا عامر عثمانیؒ (فاضل دیوبند) مرتب: سید علی مطہر نقوی امروہوی

صفحات: ۶۶۱ قیمت: ۲۵۰/- (مجلد)

ناشر: مکتبہ الحجاز، پاکستان۔ ۲۱۹۷، بلاک سی، شمالی ناظم آباد، کراچی

مرحوم مولانا عامر عثمانی مدیر تجلی دیوبند، ایک بیباک صحافی، عالم دین، جدید الفکر ادیب وشاعر، محقق، نقاد، طنزیات کے امام سب کچھ تھے۔ پھر بھی دینی نظر پختہ اور جرأت مندانہ تھی۔

مظلوم جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کے دفاع میں زور قلم صرف کرنے والوں میں شورش کشمیری مدیر 'چٹان' اور ماہر القادری کے دفاع میں زور قلم صرف کرنے والوں میں مولانا عامر عثمانی نے غیر معمولی شہرت پائی، خدا ہر ایک کو بخشے!

عامر نے مولانا مودودیؒ کی معرکۃ الآراء کتاب خلافت و ملوکیت ـــ سیاست اسلامی کی بے مثال اور لازوال کتاب کے خلاف شائع شدہ مواد کا ایسا علمی، غیر جانب دارانہ محاکمہ کیا کہ ایوب خاں کی فوجی سیاست کی پاکستان میں ہوا اکھڑ گئی اور علماء کا ایک خاص حلقہ بے وقار ہوگیا! اصل اور نقل دونوں کے سبب!

زیر نظر "تجلیات صحابہؓ" سے پہلے جماعت اسلامی کا جائزہ نامی کتاب منظر عام پر آچکی ہے۔ جس کا تعارف، مبصر عارف اقبال، مدیر اردو بک ریویو، نئی دہلی کے قلم سے اس کتاب کے آخری سرورق پر دیکھا جاسکتا ہے۔

عامر صاحب کی نگارشات تجلی کے صفحات میں میری نظروں سے بھی گزرتی رہیں۔ اب ان کی کاوش کو کتابی صورت میں شائع کرکے امروہوی صاحب نے ایک بڑی علمی خدمت انجام دی جو لائق ستائش ہے۔

مذکورہ کتاب کا سرورق شعاع ریز اور اس کا انتساب مصنف "علم دین کی آبرو کے نام" اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔

علم دین کی آبرو بچانے والے عامر عثمانی نے یہ بات جو کہی برسر حق ہے۔

عامر نے تجلیات صحابہؓ کیوں لکھی؟ اس کی داستان طویل ہے جس کا ذکر اس میں جابجا ہے۔

اصل یوں ہوا کہ تقسیم ہند سے پہلے مولانا مودودیؒ کی ایک تنقید یہ تھی:

"اللہ کی شان کہ جو علمائے دین بڑے آستانوں کے مسند نشیں ہیں۔ ان کی آنکھیں نو متحدہ قومیت کے بدترین نتائج دیکھنے اور بھگت لینے کے بعد بھی نہ کھلیں۔ بلکہ وہ اس سے بڑھ کر شدید ضلالت (سیکولرزم) کے حامی بن گئے، کیا ضلالت شدید خود ہماری گردن کا طوق نہیں بنی یعنی پالیسی کا جزو! (روداد ششم ص: ۲۰۳۔ ۲۰۴) کیا وابستگان جماعت اسلامی ہند کے لیے بھی اس میں داستان عبرت ہے۔"

یہی وہ بات تھی جس نے ارباب دیوبند کے موثرین کو برہم کردیا اور انجام کار وہاں "ردمودودیت" کا باب وا ہوا۔ "خلافت وملوکیت" پاکستان کے جس ماحول میں لکھی گئی اس کو سامنے رکھئے اور یہ جانئے کہ مولانا مودودی مرحوم پر

توہین صحابہ کا کیوں غلط الزام لگایا گیا۔ انتقاماً اس کی ایک گونہ روداد اس کتاب میں آگئی ہے۔ مختصراً مرتب نے خلاصہ کتاب کو نتیجہ بحث میں سمیٹ دیا ہے۔ جس کا پہلا فقرہ یہ ہے:

''خلافت وملوکیت'' توہین صحابہؓ کے داغ سے بالکل محفوظ ہے۔''

آگے اس کی وضاحت ہے کہ مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا، مستند روایات کی بنیاد پر لکھا، اور ان کا سارا استدلال، اسلاف کرام، کی روشن آرا پر مبنی ہے۔

مرتب کتاب کا قلق، کتنا قلق انگیز اور عبرت خیز ہے:

''جماعت اسلامی اور علمائے دیوبند کے اختلاف وتنازعہ نے راقم الحروف کے نزدیک پاکستان کو'' نظام اسلامی'' اور ''حکومت الٰہیہ'' سے محروم کیا (ص:۱۲)''

خلافت وملوکیت کے کل صفحات ۳۴۹ ہیں تو تجلیات صحابہؓ کے ۶۶۱ یہ ضخامت وطوالت بلاوجہ نہیں ہے۔ مودودی کی تاریخی جامعیت کو متشرح کرنے میں عامر نے خواص ہی کو نہیں عوام کو بھی سامنے رکھا ہے تاکہ کتاب کی اسناد علیہ کی وہ بھی قدر کرسکیں۔ تکرار اسی وجہ سے بعض جگہ آگئی ہے۔ جس کا ذکر خود عامر نے کیا ہے، بعد میں ایک جریدے میں پھیلی ہوئی بحث کو کتابی شکل دے دی گئی ہے۔

مولانا مودودیؒ معترضین کے خیالات پر بالعموم صبر کرتے تھے، اس لیے مرتب نے ایک جگہ مودودیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

''مولانا عامر عثمانی میرے صبر کا میٹھا پھل ہیں۔'' گویا مرتب کے خیال میں اس فقرہ کا ایک ایک لفظ عین حقیقت ہے۔'' (ص:۱۷)

عامر عثمانی کی یہ علمی کاوش کس نوعیت کی ہے، اختصاراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی یہ امتیازی تنقید صحیح معنی میں مذہبی، ادبی اسلوب کی فقید المثال تنقید ہے اور لائق مطالعہ ہے اور دینی فہم کے لیے فروغ رسا یعنی بند ذہن کو کھول دینے والی، تحقیقی ذوق رکھنے والے بھی فائدہ اٹھائیں۔ کتابوں کے حوالہ جات بھی ان کے لکھنے والوں کے سال وفات کے ساتھ درج ہیں۔ ''تجلیات صحابہؓ'' میں اصلاً تین کتابوں کا علمی واخلاقی پول کھول کر رکھ دیا گیا ہے۔ ''شواہد تقدس'' مرقومہ مولانا محمد میاں (ایک ممتاز عالم دین ومفتی دیوبند) ''امارت وصحابیت'' مولانا علی احمد صاحب بنارسی اور ''ردسبائیت'' مولانا محمد اسحاق سندیلوی۔ (ص:۱۷) بقول عامر عثمانیؒ ''شواہد تقدس'' زیادہ تر اس کا عکس ہے۔'' مگر ''ردسبائیت کی جگہ صفحہ ۶۱۷ پر ''تجدید سبائیت'' مرقوم ہے۔

عامر عثمانی صاحب نے سیرۃ النبی از سید سلیمان ندویؒ جلد ثالث صفحہ ۶۴۱ کا حوالہ دے کر جو کچھ لکھا میں نے اسے طبع دوم ۱۳۱۶ھ/۱۹۲۸ کے ایڈیشن سے ملا کر دیکھا تو ''اشخاص کی جگہ'' نظر آیا اور خلفائے راشدین پر ''ؓ'' کی علامت ہے، اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں، البتہ اس کے حاشیہ میں تاریخ خلفاء سیوطی، کا ذکر ہے مگر متن میں اس کا نمبر نہیں، چند صفحہ بعد صرف حافظ سیوطی ایک جگہ مرقوم ہے۔ آگے عامر صاحب نے ۱۹۶۶ء کے ایڈیشن کا ذکر کیا ہے اور جو دوسری بات، حدیث اثنا عشر خلیفہ کے ذیل میں لکھی، وہ عبارت سیرت النبی ۱۹۲۸ء کے ایڈیشن میں نہیں، ناشر سیرت النبی کے لیے ہنوز قابل غور ہے۔ □□

پتہ: نورن گنج، سہسرام۔821115، ضلع روہتاس (بہار)

کتاب ہم نشیں اور تنہائی کی اچھی دوست ہے

مجموعۂ قوانین اسلامی

تبصرہ: یعقوب سروش

نام کتاب: مجموعۂ قوانین اسلامی (مسلم پرسنل لاء سے متعلق احکام شریعت کا دفعہ وار مرتب مجموعہ)
مرتبہ: آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، صفحات: ۳۱۰، سال طباعت مئی ۲۰۰۱ء، قیمت: ۱۴۰/- روپے (مجلد)
تقسیم کنندگان: ☆ضیاء پبلشر اینڈ ڈسٹری بیوٹر، کے ۱۱۹، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر نئی، دہلی ۱۱۰۰۲۵
☆ اپلائیڈ پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، 1739/3، نیو کوہ نور ہوٹل، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲
☆ قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، 2035، ممتاز بلڈنگ، گلی قاسم جان، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

یہ کتاب شریعت اسلامی کے ان احکام کا مجموعہ ہے جن کا تعلق ایک مسلمان کی عائلی رشخصی زندگی سے ہے اس لیے اس کو Personal Law کہا جاتا ہے۔ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے پیش لفظ میں بتایا ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بانی، جنرل سکریٹری حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ اس مجموعہ کی ترتیب و اشاعت کے لیے حد درجہ فکر مند تھے۔ لیکن موصوف کی زندگی میں یہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ بھی یہی چاہتے تھے کہ یہ مجموعہ قوانین اسلامی جلد سے جلد شائع ہو لیکن یہ ان کی زندگی میں بھی نہ ہوسکا۔ اپنے سانحۂ ارتحال سے چند ماہ پہلے اس مجموعہ کے لیے جو مقدمہ مولانا علی میاں نے تحریر فرمایا تھا وہ اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ پیش لفظ اور مقدمہ کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے فقہائے کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں، احکام شریعت کی ترتیب وتدوین کے لیے کس جانفشانی سے کام لیا۔ مولانا علی میاں نے مقدمہ میں مسلم پرسنل لا اور یکساں سول کوڈ کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اگر خدانخواستہ مسلم پرسنل لا ختم کرکے یکساں سول کوڈ نافذ کیا جاتا ہے تو قرآن مجید کی تقریباً چالیس آیتوں اور سینکڑوں احادیث پر عمل سے مسلمانوں کو جبراً محروم ہونا پڑے گا۔ کیا کوئی حساس مسلمان یہ خسارہ برداشت کرسکتا ہے (ص:۲۳)

''مجموعہ قوانین اسلامی'' کا افتتاح اس آیت شریفہ سے ہوتا ہے: ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَاءَ الَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ (سورہ جاثیہ ۴۵:۱۸)

ترجمہ: ''پھر ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کیا ہے۔ لہٰذا آپ اسی پر چلیں اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کریں جو علم نہیں رکھتے۔''

یہ آیت مقدسہ گویا ''مجموعہ قوانین اسلامی'' کا Preamble ہے۔ اس کتاب میں جو قوانین اسلامی دفعہ وار ترتیب دیے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) قانون نکاح: یہ ۱۶۵ دفعات پر مشتمل ہے۔ اس میں نکاح، ارکان نکاح، محرمات، ولایت، کفائت، مہر، متاع وغیرہ جیسے اہم مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) قانون طلاق (۳) قانون ظہار (۴) قانون لعان (۵) قانون ایلاء (۶) قانون خلع (۷) قانون فسخ وتفریق (۸) قانون عدت (۹) قانون ثبوت نسب۔ سلسلہ نمبر ۲ سے سلسہ نمبر ۹ تک کے یہ سارے قوانین ۱۱۳ دفعات پر مشتمل ہیں۔ اس کے اہم عنوانات ہیں طلاق رجعی، طلاق بائن، تفویض طلاق، ایلا، خلع، شوہر کا مجنوں ہونا، شوہر کا ادائے نفقہ سے عاجز ہونا، عدت کی مدت، نسب کا ثبوت وغیرہ۔

(۱۰) قانون ہبہ: ۱۴ دفعات (۱۱) قانون وصیت: ۵۰ دفعات (۱۲) قانون وراثت: ۴۳ دفعات اور (۱۳) قانون وقف: ۵۵ دفعات پر مشتمل ہے۔ ہر قانون کے آغاز میں اس سے متعلق قرآنی آیت معہ ترجمہ دی گئی ہے۔ مثلاً قانون نکاح کے لیے سورہ نور: آیت ۳۲، قانون طلاق کے لیے سورہ بقرہ: آیت ۲۲۹، قانون ثبوت نسب کے لیے سورہ فرقان: آیت ۵۴، قانون وراثت کے لیے سورہ نساء: آیت ۱۱، قانون وقف کے لیے سورہ آل عمران: آیت ۵۲

قانون نکاح کے دفعہ (۵) میں وضاحت کی گئی ہے کہ نکاح کرنا کب فرض ہے، کب واجب ہے اور کب سنت مؤکدہ ہے۔ اسی قانون کے دفعہ (۸) اور (۱۰) کی رو سے مرد اور عورت دونوں کے لیے جائز ہے کہ وہ نکاح کا پیغام دینے والے مرد/عورت کو دیکھ لیں۔

دفعہ (۱۸) کی رو سے نکاح کی پیش کش کو "ایجاب" اور دوسری جانب اس پیش کش کو قبول کرنے کو قبول کہتے ہیں۔ یہ دو نکاح کے ارکان ہیں۔ دفعہ (۲۲) کی رو سے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کے لیے قاضی کا صیغہ استعمال کیا جائے۔ دفعہ (۶۸) کی رو سے اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہوجائے تو نکاح ختم نہ ہوگا لیکن دفعہ (۶۹) کی رو سے مسلمان عورت کا شوہر مرتد ہوجائے تو نکاح فوراً ختم ہوجائے گا۔

کفائت کی تعریف یہ کی گئی ہے "اصطلاح شرع میں چند خاص امور میں شوہر کا بیوی کے ہم پلہ ہونا کفائت ہے۔" دفعہ (۱۱۷) میں اس کی مثالیں دی گئی ہیں مثلاً دینداری اور تقویٰ میں ہم پلہ ہونا، بیوی کی حیثیت کے مطابق نفقہ دینے پر قادر ہونا۔ دفعہ (۱۲۰) میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ مرد کا عورت کے ہم پلہ ہونا ضروری ہے لیکن عورت کا مرد کے ہم پلہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

تفویض طلاق دفعہ ۳۵ کی رو سے جس مرد کو طلاق کا اختیار ہے وہ اپنا یہ اختیار دوسروں کو سونپ سکتا ہے اگر اس نے یہ اختیار اپنی بیوی کو دیا کہ وہ اس کی طرف سے اپنے اوپر طلاق واقع کرلے تو یہ تفویض طلاق ہے (ص:۱۵۰)

یہ اور اسی طرح کے کئی مسائل (حاشیہ میں عربی کتب کے متون اور حوالوں کے ساتھ) حسب ضرورت تشریحات کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

کہا جاسکتا ہے کہ "مجموعہ قوانین اسلامی" ملت اسلامیہ کے لیے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا ایک بیش بہا تحفہ ہے ایسی مفید اور کارآمد کتاب کا ہر گھر میں رہنا ازبس ضروری ہے۔ ڈیمائی سائز کی اس کتاب کی کتابت اور طباعت نہایت عمدہ سفید کاغذ پر اعلیٰ معیار پر ہوئی ہے۔ اس کا گٹ اپ بالکل قانونی کتابوں جیسا ہے۔ یعنی مضبوط سیاہ جلد پر سنہری حروف۔ کتاب کے آخر میں کنایات کی جو فہرست حروف تہجی کے لحاظ سے دی گئی ہے اس کی تعداد (۴۱) ہے۔

کتاب میں بعض الفاظ (اصطلاحات کو چھوڑ کر) ایسے ہیں جن کو عام آدمی سمجھ نہیں سکتا۔ جیسے وطی، مدخولہ، وصی، امساک بالمعروف، مقطوع الذکر وغیرہ، بہتر ہوتا ایسے الفاظ کی ایک فرہنگ کتاب کے آخر میں دی جاتی تاکہ اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو۔ امید کہ اگلے ایڈیشن میں اس طرف توجہ دی جائے گی۔ کتاب کا انگریزی Concise Edition بھی شائع کیا گیا ہے۔ جس کے مترجم ڈاکٹر طاہر محمود ہیں۔ ◻◻

پتہ: مدیر بساط ذکر وفکر، شریف کاٹیج، آرمور، نظام آباد۔ A.P 503224

نماز ایک انقلابی عبادت ہے۔ اس موضوع پر ایک نئی کتاب
اصلاح معاشرہ میں **نماز** کی ضرورت
مصنف: محمد جمال الدین سجاد شیخ پوروی، صفحات: ۸۸، قیمت: =/30 روپے
رابطہ: Applied Publications Pvt.Ltd, New Delhi-2

ذکرِ فراہی

تبصرہ: مولانا محمد فاروق خاں

نام کتاب: ذکر فراہیؒ ۔ تالیف: ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، صفحات: ۸۴۰، قیمت: ۳۵۰/- روپے (مجلد مع گرد پوش)
ناشر: دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، یوپی
ملنے کے دیگر پتے: اپلائڈ پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، 1739/3 نیو کوہ نور ہوٹل، پٹودی ہاؤس، نئی دہلی۔ ۲
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

"ذکر فراہیؒ" مولانا حمید الدین فراہیؒ کی سوانح حیات ہے۔ مولانا فراہیؒ کے حالات زندگی پر یوں تو کئی ایک بزرگوں نے روشنی ڈالی ہے۔ جن میں مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا امین احسن اصلاحی کا نام خاص طور سے لیا جاتا ہے۔ لیکن ان بزرگوں کی تحریریں نہایت مختصر ہیں۔ ان میں مولانا فراہیؒ کا محض اجمالی تعارف کرایا گیا ہے۔ ایک عرصے سے شدت سے اس کی ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ کاش مولانا فراہیؒ کے حالات زندگی پر شرح وبسط کے ساتھ کوئی کتاب لکھی جاتی جس سے تشنگان شوق کی تسلی کا سامان ہوسکتا۔

مولانا فراہی نے اپنے فکر وتدبر اور خدا کی عطا کردہ بصیرت سے فہم قرآن کی جو راہ کھولی ہے اس کی علمی دنیا میں غیر معمولی اہمیت ہے۔ مولانا فراہی علیہ الرحمہ سے خدائے بزرگ وبرتر نے اپنی کتاب کی خدمت کا جو کام لیا ہے اسے تاریخ اسلامی میں منفرد اور غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا فراہیؒ نے فہم قرآن کا جو بند دروازہ وا کیا ہے اس سے قرآن پر غور وفکر کا ایک نہایت وسیع میدان سامنے آجاتا ہے اور قرآن پر علمی کام کرنے والوں کو ایسے رہنما اصول ہاتھ آتے ہیں جو نہایت بیش قیمت ہیں۔

مولانا فراہی صرف یہی نہیں کہ قرآن کی علمی وادبی عظمت اور اس کے اسرار سے آشنا تھے بلکہ انہیں خدا کی جانب سے حساس اور خاشع دل بھی عطا ہوا تھا جو صورت ربانی سے لذت گیر ہونے کے لیے ضروری تھا۔ مولانا نے نظام کلام، اسالیب اور قرآنی حجت وغیرہ کئی پہلوؤں سے قرآن پر غور وفکر کرکے اپنی کاوشوں کو قلم بند کیا ہے۔ اور کئی ایک پہلو سے قرآن پر کام کرنا مولانا کے پیش نظر تھا۔ جو کام وہ کرگئے وہ بیش بہا ہے۔ اور جو کام وہ کرنا چاہتے تھے جس کے اشارے ان کے ناتمام مسودات میں ملتے ہیں وہ بھی گراں قدر ہے۔

قرآنیات سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کی یہ ایک فطری خواہش تھی کہ کاش مولانا فراہی کی کوئی مفصل سوانح حیات پڑھنے کو ملتی۔ "ذکر فراہی" کی اشاعت درحقیقت اسی فطری آرزو کی تکمیل ہے۔ کتاب کے مصنف ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ہمارے شکریہ کے مستحق اور لائق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے کتنے ہی بے چین دلوں کے لیے تسکین کا سامان فراہم کردیا۔ موصوف نے اس کتاب کے لکھنے میں جس دقت نظری اور فکر وکاوش سے کام لیا ہے وہ ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔ موصوف نے علم تاریخ کے اصولوں کو اپنے پیش نظر رکھا، اور مستند مواد کے حصول کے لیے جو طریقے اختیار کئے جاسکتے تھے، وہ سبھی طریقے اختیار کیے۔ اس کے لیے انہوں نے ہندوستان کے کئی سفر کیے اور دربدر کی خاک چھان لی۔ اور کتنے ہی لوگوں سے انٹرویو لیے۔ اور یہ صحیح ہے کہ انہوں نے ہر اس پتھر کو الٹ کر دیکھا جس کے نیچے انہیں مطلب کی کوئی چیز ملنے کی توقع ہوئی۔

یہ کتاب اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے۔ "ذکر فراہی" کے مطالعہ سے مولانا فراہی

کے خاندان، بچپن، تعلیم، کراچی، علی گڑھ، الہ آباد، اور حیدر آباد میں ان کے قیام اور تعلیمی و تدریسی مصروفیات کی تفصیلات ہمارے علم میں آتی ہیں۔ اور یہی معلوم ہوتا ہے کہ کب اور کن حالات میں وطن کی واپسی کے بعد انہوں نے مدرسۃ الاصلاح کی نظامت سنبھالی۔ پھر اس سلسلہ میں بہت سی قیمتی معلومات اس کتاب میں درج کی گئی ہیں۔ مثلاً مولانا کا تعلیمی نظریہ، نصاب تعلیم، طریقہ تعلیم، اور نظام تربیت وغیرہ۔

اولاد و احفاد کے علاوہ مولانا کے تلامذہ کا ذکر بھی اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ جن شخصیتوں نے بھی مولانا سے علمی استفادہ کیا ہے ان کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اس فہرست میں مولانا اختر احسن اصلاحی، مولانا امین احسن اصلاحی کے علاوہ سید سلیمان ندوی اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسی جید شخصیتوں کے نام بھی شامل ہیں۔

کتاب کا ایک باب وہ ہے جس میں مولانا کی تصنیفات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور اقسام القرآن، مفردات القرآن، دلائل النظام، اسالیب القران اور التکمیل فی اصول التاویل وغیرہ کا تفصیلی تعارف کرایا گیا ہے۔ غیر مطبوعہ ناتمام مسودات کا تعارف بھی اس کتاب میں کرا دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمۃ القرآن (یا کتاب الحکمہ)، کتاب حج القرآن، فقہ القرآن اور ان جیسی کتنی بیش قیمت کتابیں تشنۂ تکمیل رہ گئیں۔

کتاب کا ایک باب مولانا فراہی کے اخلاق و عادات سے متعلق ہے۔ اس کے مطالعہ سے بھی بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ مومنانہ ذوق کسے کہتے ہیں اور فکر آخرت کس چیز کا نام ہے۔

مصنف کے پیش نظر "فکر فراہی" کی تالیف بھی ہے۔ یہ کتاب مولانا فراہیؒ کے علوم و افکار پر مشتمل ہوگی۔ علمی لحاظ سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ خدا کرے "ذکر فراہی" کی طرح "فکر فراہی" بھی مرتب ہو کر جلد ہی شائع ہو جائے۔ اور "نحو بضع سنین" کی نوبت نہ آئے۔ □□

پتہ: 1353، بازار چتلی قبر، جامع مسجد، دھلی۔110006

مختصر تاریخ جماعت اسلامی ہند

تبصرہ: حاذق ضیائی سہسرامی

کتاب: مختصر تاریخ جماعت اسلامی ہند	مصنف: محمد شفیع مونس
صفحات: ۱۹۰ (مجلد) قیمت: ۔/۸۵ روپے	
ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، D-307 ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵	

جماعت اسلامی ہند اس ملک میں کوئی نئی تنظیم و جماعت نہیں ہے۔ ۱۹۴۱ء میں اس کی تشکیل ہوئی، تقسیم ہند سے پہلے اور اس کے بعد کی تنظیمی، تحریکی رفتار کار پر ایک تعارفی 'مختصر تاریخ' کی ضرورت تھی۔

اس ضرورت کو تاخیر سے ہی سہی بالآخر محمد شفیع مونس صاحب مدظلہ العالی نے پورا فرمایا۔ موصوف جماعت کے بزرگ ترین، تجربہ کار، تدریسی، تنظیمی خدمات کے ماہر، علمی و ادبی ذوق کے حامل، قانونی لہجے کے سرخیل اور میری جانی پہچانی شخصیت ہیں۔

میں نے انہیں اپنوں اور غیروں کے درمیان دینی ہی نہیں، سیاسی تجربہ و بصیرت میں فائق پایا، آخر عمر میں ان کی یہ علمی خدمت لائق ستائش ہے جو ان کو اور جماعت کی تاریخ کو زندہ رکھے گی۔ ان کی اس کاوش کو فنی اعتبار سے تذکرہ اور تاریخ کے درمیان کی لائق اعتبار دستاویز کہا جاسکتا ہے۔

پختہ قلم کا یہ کرشمہ، جذباتیت سے خالی، معروضی یادگار، قانونی اسلوب کی بڑی حد تک موثر و عمدہ پیش رفت ہے۔

حکمائے عالم نے انسانیت کی تعمیر کے لیے جو کچھ سوچا، پیغمبران اسلام نے جو کچھ کیا، خلفائے راشدینؓ اور ان کے بعد سلاطین کی کارکردگی کا ذکر ـــــ "برصغیر ہند میں اسلام کی آمد"، اسلام لانے والوں کی تعلیم و تربیت، تجدید و احیا کی تلاش، پھر تبدیلیٔ حالات۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۴ء پر ایک نظر، سرسید کی فکری تحریک، حالی، شبلی کی علمی خدمات، جدید علم کی ذہنی و فکری کجی، اسلامی عقائد میں بے یقینی، اور دیگر علمائے ہند کی سعی بلیغ، سب کا یکجا مختصر ترین تعارف، پھر بیداری کے آثار، اجتماعی و سیاسی پلیٹ فارم، پھر مسئلہ جہاد، مولانا مودودیؒ کی شاہکار کتاب 'الجہاد فی الاسلام' کن سبب سے عالم وجود میں آئی، جماعت اسلامی کیسے بنی، تقسیم ہند کے بعد ہی آگے بڑھی، کن دشواریوں کا اسے سامنا ہوا، پابندیاں لگیں، آپ بیک نظر سب کچھ اس کتاب میں دیکھ سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ تقسیم ہند کے پہلے جماعت اسلامی اور تقسیم ہند کے بعد جماعت اسلامی اور اس کی دیگر ملی اور سماجی خدمات کا تعارف آپ کو اس کتاب میں مل جائے گا۔ حتی کہ جماعت کی ضروری قراردادیں بھی اس میں شامل کر لی گئی ہیں۔

جماعتی حلقے کے سوا، دیگر حضرات جو جماعت کا مختصر تعارف اور اس کی علمی، فکری، سماجی خدمات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہوں، ہر ایک کے لیے بلاشبہ یہ لائق مطالعہ کتاب ہے۔ لکھائی چھپائی بھی بہتر ہے۔ □□

مبصر کا پتہ: نورن گنج، سہسرام، 821115 (بہار)

ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس

تبصرہ: نوشاد عالم چشتی

نام کتاب: ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس	مرتب: ادارہ علمیہ، جامعۃ الفلاح
اشاعت: ۱۹۹۴ء، صفحات: ۳۱۲، قیمت: ۔/۴۰ روپے	
ناشر: ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح بلیریا گنج، اعظم گڑھ، یوپی۔ ۲۷۶۱۲۱	
ملنے کا پتہ: مدھر سندیش سنگم E-20 ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵	

زیر تبصرہ کتاب بیس قیمتی مقالات کا ایک بہترین علمی اور فکری مجموعہ ہے جسے حسب ذیل چھ عنوانات کے تحت ترتیب دیا گیا ہے۔

(۱) تنقید و تجزیہ (۲) تاریخ و تحقیق (۳) نصاب تعلیم (۴) اتحاد ملت (۵) ملی مسائل (۶) الحاق و وفاق کے مسائل

"تنقید و تجزیہ" کے تحت ڈاکٹر عبید اللہ فہد کا خطبہ استقبالیہ، ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی کا ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس، مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحانی کا "دینی مدارس اپنا متوقع کردار کیوں نہ ادا کر سکے؟" اور مولانا نظام الدین اصلاحی کا "غلبہ اسلام کی جدوجہد میں دینی مدارس کا کردار" جیسے مقالات شامل ہیں۔

"تاریخ و تحقیق" کے تحت پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی کا "عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم"، محمد اشفاق احمد کا "جماعت اسلامی ہند کا تعلیمی نظام"، مولانا سلطان احمد اصلاحی کا "ہندوستان کی موجودہ تعلیمی تحریکات ایک جائزہ" جیسے مقالات شامل ہیں۔

"نصاب تعلیم" کے تحت مولانا ابوالحسن اعظمی کا "دور جدید کے تقاضے اور دینی مدارس کا نصاب" اسی موضوع پر مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری کا مقالہ، ڈاکٹر عبدالقیوم کا "دینی مدارس میں سائنسی تعلیم" جیسے مقالات شامل ہیں۔

''اتحاد ملت'' کے عنوان سے مولانا رفیق احمد سلفی کا مقالہ ''اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب'' اور ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا مقالہ ''اتحاد ملت اور دینی مدارس'' کو شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

''ملی مسائل'' کے زیر عنوان مولانا عبدالوہاب خلجی کا ''ملی مسائل اور دینی مدارس''، ڈاکٹر اکبر رحمانی کا ''تعلیم بالغاں اور دینی مدارس''، ڈاکٹر راحت ابرار (موجودہ P.R.O. مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا ''بھارتیہ جنتا پارٹی کی تعلیمی پالیسی'' اور مولانا محمد برہان الدین سنبھلی کا ''ملت کے معاشی مسائل اور دینی مدراس'' جیسے مقالات کو رکھا گیا ہے۔

''الحاق و وفاق کے مسائل'' کے تحت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی کا مقالہ ''مدارس دینی کا وفاق، مسائل و مشکلات'' مولانا حبیب ریحان خاں ندوی ازہری کا مقالہ ''دینی و عصری اداروں کے مابین باہمی تعلقات امکانات و وسائل'' اور ڈاکٹر محمد صلاح الدین عمری کا مقالہ ''عصری جامعات سے الحاق اور اس کے مسائل'' کو رکھا گیا ہے۔

یہ مقالات جامعۃ الفلاح (بلیریا گنج اعظم گڑھ یوپی) کے دو روزہ کل ہند تعلیمی سیمینار میں پڑھے گئے تھے۔ جس کے متعلق عرض ناشر کے ضمن میں کہا گیا ہے۔

''ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس'' کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ یہ ان مقالات کا مجموعہ ہے جو ۲۹/۳۰/اکتوبر کو جامعۃ الفلاح کے فارغین کی انجمن ''انجمن طلبہ قدیم'' کے کنونشن کے موقع پر منعقد ہونے والے سیمینار میں پیش کئے گئے تھے۔ ص: ۳

ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی نے اپنے مختصر مگر جامع ''خطبہ استقبالیہ'' میں ملت اسلامیہ کو عصر حاضر میں درپیش مسائل کی طرف بہت پردرد لہجے میں متوجہ کیا ہے۔

اس میں شامل تمام مقالات اپنی نوعیت اور اثرات کے اعتبار سے بے حد اہمیت کے حامل ہیں مگر کچھ مقالات واقعی ایسے ہیں کہ انہیں مرتب اگر اس مجموعہ میں شامل نہیں کرتا تو اس سے کتاب کی افادیت یقیناً مجروح و متاثر ہوتی جن میں اسد سبحانی صاحب کا مقالہ دینی مدارس اپنا متوقع کردار کیوں نہیں ادا کر سکے؟ ڈاکٹر راحت ابرار صاحب کا مقالہ بھارتیہ جنتا پارٹی کی تعلیمی پالیسی، ڈاکٹر اکبر رحمانی کا مقالہ تعلیم بالغاں اور دینی مدارس، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا مقالہ اتحاد امت اور دینی مدارس اور ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی کا مقالہ عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم وغیرہ شامل ہیں۔ دینی مدارس کا عصر حاضر میں غیر متوقع کردار کے حوالے سے اسد سبحانی صاحب نے تجزیاتی گفتگو کی ہے اور اس ضمن میں جن خامیوں کی طرف قارئین و سامعین کو متوجہ کیا ہے۔ واقعی وہ قابل مطالعہ ہیں اور اس روشنی میں مدرسین و مہتمم صاحبان کو اصلاح نصاب و مدارس کے لیے از سر نو غور و فکر کرنی چاہئے۔ مگر اسد سبحانی صاحب اپنے مقالے میں ملت اسلامیہ سے غالباً ضرورت سے زیادہ مایوس نظر آتے ہیں اسی لیے کئی بار لفظ 'آہ' کا استعمال کر کے اپنے درد و کرب کا اظہار کیا ہے جو ایک علمی و تحقیقی مقالے کے شایان شان نہیں ہے۔ اس طرح کے اسلوب تاثراتی مضمون کے لیے اچھا لگتا ہے۔ بزرگ شخصیت مولانا نظام الدین صاحب کا مقالہ غلبہ اسلام کی جدوجہد میں مدارس کا کردار بھی ایک فکری مقالہ ہے جس میں شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی حکمت عملی کے حوالے سے ملت اسلامیہ کی فعالیت اور غلبہ اسلام کے طریقہ کار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مگر اس مقالے کے کچھ مندرجات سے تاریخی حقائق کی روشنی میں بعض حضرات اختلاف کر سکتے ہیں اور وہ لوگ اپنے اس عمل میں میرے نزدیک حق بجانب ہوں گے۔ مولانا ابوالحسن اعظمی نے اپنے مقالے میں کچھ مشورے اور گزارشات کے تحت دس شفارشات پیش کی ہیں جن میں ایک سفارش یہ بھی ہے کہ

> ''جن ادیان و مذاہب کا اسلام سے براہ راست تصادم رہا ہے ان سب کے بنیادی عقائد اور ان کی تردید پر منظم مطالعہ کا اہتمام کیا جائے۔'' ص: ۱۸۴

میرے نزدیک یہ ایک اہم گزارش ہے اس پر بالغ نظر علماء کو فوری توجہ دینی چاہئے۔ اتحاد ملت کے پس منظر میں ڈاکٹر

غلام یحییٰ انجم سابق مدیر ماہنامہ تجلی دیوبند، مولانا محمد عامر عثمانی صاحب کی تحریر سے ایک اقتباس نقل کر کے لکھتے ہیں:

> ''امت میں اتحاد کتاب و سنت ہی کی بنیاد پر ممکن ہے۔ اس سے ہٹ کر اتحاد کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عثمانی صاحب کے ان زریں مشوروں پر اگر اسی وقت عمل کر لیا جاتا تو اس دس سال کے وقفہ میں اختلاف بین المسلمین میں کافی حد تک کمی آ سکتی تھی مگر افسوس ان کتابوں کو جلانا، دریا برد اور روپوش کرنا تو درکنار ان کی نشر و اشاعت کا سلسلہ بھی پہلے ہی کی طرح جاری ہے۔ اگر یہ دینی مدارس اور ان کے ذمہ دار علماء اس پر کمربستہ ہو جائیں کہ بلا اختلاف مسلک و ملت ان تمام کتابوں کو نذر آتش کر دیا جائے جو اختلاف کو بڑھاوا دینے میں نمایاں کارنامہ انجام دیتی ہیں تو اس سے باہمی اختلاف پر کافی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔
> ص: ۲۱۵-۲۱۶

راسخ العقیدہ اکابرین علمائے امت اسلامیہ کے اجتماعی فیصلے کے مطابق امت اجابت کے درمیان نقطہ اتحاد و ایمان و یقین صرف اور صرف ذات الوہیت و ذات رسالت ہی ہے لہٰذا وہ تمام کتب و رسائل جن میں ارادی یا غیر ارادی کسی بھی اعتبار سے ذات الوہیت یا ذات رسالت کے متعلق کوئی تنقیص یا تحقیر آمیز عبارات شامل ہو گئی ہیں یا اجماع امت کے عقیدے کے خلاف کوئی بات لکھ دی گئی ہے تو اسے وقار کا مسئلہ نہ بنا کر دریا برد کر دینا یا نذر آتش کر دینا ہی امت کے درمیان فتنہ و فساد پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ کاش عثمانی صاحب کی بات مان لی گئی ہوتی تو ہم اس کے بہتر نتائج سے آج مستفید ہو رہے ہوتے۔

ناشر نے حروف تہجی کے اعتبار سے مقالہ نگار کا شروع میں بہت ہی اختصار کے ساتھ چند سطروں میں تعارف بھی کرایا ہے جس سے مقالے کی اہمیت کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔ اس پس منظر میں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کے تعارف میں ''فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب کے افکار و خیالات'' سے دلچسپی کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے لیکن مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری، مولانا عبدالوہاب خلجی، مولانا رفیق احمد سلفی کے تعارف میں کہیں بھی ''امام الدعوۃ'' محمد بن عبدالوہاب نجدی کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے جبکہ ان حضرات کی دلچسپی کا مرکز مذکورہ ''امام'' صاحب ہی کی ذات ہے۔ اس انداز تحریر سے ناشر اور اراکین سیمینار کی مسلکی عصبیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ انداز فکر ہی آج امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے جب کہ غیر جانبداری ''انصاف'' کے لیے ''بنیادی شرط'' ہے۔ کتابت معیاری مگر حسن طباعت اکثر مجروح ہے۔ لیکن مرتب اور اراکین سیمینار کمیٹی لائق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے خالصتاً علمی اور درپیش مسائل کے حوالے سے سیمینار کرا کے امت مسلمہ کو غور و فکر کرنے اور حل تلاش کرنے کا ایک ذریعہ مہیا کرا دیا ہے۔ یہ مقالات جو کتاب کی صورت میں شائع ہو کر منظر عام پر آ گئے ہیں اس سے آئندہ نسلوں کی رہنمائی بھی ہوتی رہے گی۔ ناشر اور ان کے رفقاء بہر حال لائق مبارکباد قابل ستائش ہیں امید کہ اہل علم کی طرف سے انہیں بھرپور پذیرائی ملے گی۔ □□

رابطہ: ریسرچ اسکالر، روم نمبر E.W.37 سر سید ہال ساؤتھ۔ اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ یوپی 202002

فخر الاسلام اعظمی کی دو اہم کتابیں

شعور فن یو۔جی۔سی اور نیٹ امتحانات کے لیے انتہائی مفید، صفحات: 436، قیمت: 120.00 ضمیمہ شعور فن =/30

ادب نما (نظر ثانی و اضافہ شدہ ایڈیشن) ایم۔اے کلاسز اور یو۔پی و بہار پبلک سروس کمیشن امتحانات کے لیے بیحد کارآمد

صفحات: 396 قیمت: 90.00

ملنے کا پتہ: Applied Publications Pvt.Ltd, New Delhi-110002

''اتحاد ملت'' کے عنوان سے مولانا رفیق احمد سلفی کا مقالہ ''اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب'' اور ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا مقالہ ''اتحاد ملت اور دینی مدارس'' کو شامل اشاعت کیا گیا ہے۔
''ملی مسائل'' کے زیر عنوان مولانا عبدالوہاب خلجی کا ''ملی مسائل اور دینی مدارس''، ڈاکٹر اکبر رحمانی کا ''تعلیم بالغاں اور دینی مدارس''، ڈاکٹر راحت ابرار (موجودہ P.R.O. مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا ''بھارتیہ جنتا پارٹی کی تعلیمی پالیسی'' اور مولانا محمد برہان الدین سنبھلی کا ''ملت کے معاشی مسائل اور دینی مدارس'' جیسے مقالات کو رکھا گیا ہے۔
''الحاق و وفاق کے مسائل'' کے تحت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی کا مقالہ ''مدارس دینی کا وفاق، مسائل و مشکلات'' مولانا حبیب ریحان خاں ندوی ازہری کا مقالہ ''دینی و عصری اداروں کے مابین باہمی تعلقات امکانات و وسائل'' اور ڈاکٹر محمد صلاح الدین عمری کا مقالہ ''عصری جامعات سے الحاق اور اس کے مسائل'' کو رکھا گیا ہے۔
یہ مقالات جامعۃ الفلاح (بلیریا گنج اعظم گڑھ یوپی) کے دو روزہ کل ہند تعلیمی سیمینار میں پڑھے گئے تھے۔ جس کے متعلق عرض ناشر کے ضمن میں کہا گیا ہے۔
''ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس'' کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ یہ ان مقالات کا مجموعہ ہے جو ۲۹/۳۰/ اکتوبر کو جامعۃ الفلاح کے فارغین کی انجمن ''انجمن طلبہ قدیم'' کے کنونشن کے موقع پر منعقد ہونے والے سیمینار میں پیش کیے گئے تھے۔ص:۳

ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی نے اپنے مختصر مگر جامع ''خطبہ استقبالیہ'' میں ملت اسلامیہ کو عصر حاضر میں درپیش مسائل کی طرف بہت پر درد لہجے میں متوجہ کیا ہے۔

اس میں شامل تمام مقالات اپنی نوعیت اور اثرات کے اعتبار سے بے حد اہمیت کے حامل ہیں مگر کچھ مقالات واقعی ایسے ہیں کہ انہیں مرتب اگر اس مجموعہ میں شامل نہیں کرتا تو اس سے کتاب کی افادیت یقیناً مجروح و متاثر ہوتی جن میں اسد سبحانی صاحب کا مقالہ دینی مدارس اپنا متوقع کردار کیوں نہیں ادا کر سکے؟ ڈاکٹر راحت ابرار صاحب کا مقالہ بھارتیہ جنتا پارٹی کی تعلیمی پالیسی، ڈاکٹر اکبر رحمانی کا مقالہ تعلیم بالغاں اور دینی مدارس، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا مقالہ اتحاد امت اور دینی مدارس اور ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی کا مقالہ عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم وغیرہ شامل ہیں۔ دینی مدارس کا عصر حاضر میں غیر متوقع کردار کے حوالے سے اسد سبحانی صاحب نے تجزیاتی گفتگو کی ہے اور اس ضمن میں جن خامیوں کی طرف قارئین و سامعین کو متوجہ کیا ہے۔ واقعی وہ قابل مطالعہ ہیں اور اس روشنی میں مدرسین و مہتمم صاحبان کو اصلاح نصاب و مدارس کے لیے از سر نو غور و فکر کرنی چاہیے۔ مگر اسد سبحانی صاحب اپنے مقالے میں ملت اسلامیہ سے غالباً ضرورت سے زیادہ مایوس نظر آتے ہیں اسی لیے کئی بار لفظ 'آہ' کا استعمال کر کے اپنے درد و کرب کا اظہار کیا ہے جو ایک علمی و تحقیقی مقالے کے شایان شان نہیں ہے۔ اس طرح کے اسلوب تاثراتی مضمون کے لیے اچھا لگتا ہے۔ بزرگ شخصیت مولانا نظام الدین صاحب کا مقالہ غلبہ اسلام کی جدوجہد میں مدارس کا کردار بھی ایک فکری مقالہ ہے جس میں شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی حکمت عملی کے حوالے سے ملت اسلامیہ کی فعالیت اور غلبہ اسلام کے طریقہ کار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مگر اس مقالے کے کچھ مندرجات سے تاریخی حقائق کی روشنی میں بعض حضرات اختلاف کر سکتے ہیں اور وہ لوگ اپنے اس عمل میں میرے نزدیک حق بجانب ہوں گے۔ مولانا ابوالحسن اعظمی نے اپنے مقالے میں کچھ مشورے اور گزارشات کے تحت دس سفارشات پیش کی ہیں جن میں ایک سفارش یہ بھی ہے کہ

''جن ادیان و مذاہب کا اسلام سے براہ راست تصادم رہا ہے ان سب کے بنیادی عقائد اور ان کی تردید پر منظم مطالعہ کا اہتمام کیا جائے۔'' ص: ۱۸۴

میرے نزدیک یہ ایک اہم گزارش ہے اس پر بالغ نظر علماء کو فوری توجہ دینی چاہیے۔ اتحاد ملت کے پس منظر میں ڈاکٹر

غلام یحییٰ انجم سابق مدیر ماہنامہ تجلی دیوبند، مولانا محمد عامر عثمانی صاحب کی تحریر سے ایک اقتباس نقل کر کے لکھتے ہیں:

''امت میں اتحاد کتاب و سنت ہی کی بنیاد پر ممکن ہے۔ اس سے ہٹ کر اتحاد کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا عثمانی صاحب کے ان زریں مشوروں پر اگر اسی وقت عمل کر لیا جاتا تو اس دس سال کے وقفہ میں اختلاف بین المسلمین میں کافی حد تک کمی آسکتی تھی مگر افسوس ان کتابوں کو جلانا، دریا برد اور روپوش کرنا تو درکنار ان کی نشر و اشاعت کا سلسلہ بھی پہلے ہی کی طرح جاری ہے۔ اگر یہ دینی مدارس اور ان کے ذمہ دار علماء اس پر کمربستہ ہو جائیں کہ بلا اختلاف مسلک و ملت ان تمام کتابوں کو نذر آتش کر دیا جائے جو اختلاف کو بڑھاوا دینے میں نمایاں کارنامہ انجام دیتی ہیں تو اس سے باہمی اختلاف پر کافی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔
ص: ۲۱۵-۲۱۶

راسخ العقیدہ اکابرین علمائے امت اسلامیہ کے اجتماعی فیصلے کے مطابق امت اجابت کے درمیان نقطہ اتحاد و ایمان و یقین صرف اور صرف ذات الوہیت و ذات رسالت ہی ہے لہٰذا وہ تمام کتب و رسائل جن میں ارادی یا غیر ارادی کسی بھی اعتبار سے ذات الوہیت یا ذات رسالت کے متعلق کوئی تنقیص یا تحقیر آمیز عبارات شامل ہوگئی ہیں یا اجماع امت کے عقیدے کے خلاف کوئی بات لکھ دی گئی ہے تو اسے وقار کا مسئلہ نہ بنا کر دریا برد کر دینا یا نذر آتش کر دینا ہی امت کے درمیان فتنہ و فساد پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ کاش عثمانی صاحب کی بات مان لی گئی ہوتی تو ہم اس کے بہتر نتائج سے آج مستفید ہو رہے ہوتے۔

ناشر نے حروف تہجی کے اعتبار سے مقالہ نگار کا شروع میں بہت ہی اختصار کے ساتھ چند سطروں میں تعارف بھی کرایا ہے جس سے مقالے کی اہمیت کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔ اس پس منظر میں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کے تعارف میں ''فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب کے افکار و خیالات'' سے دلچسپی کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے لیکن مولانا عبداللہ مدنی جھنڈا نگری، مولانا عبدالوہاب خلجی، مولانا رفیق احمد سلفی کے تعارف میں کہیں بھی ''امام الدعوۃ'' محمد بن عبدالوہاب نجدی کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے جبکہ ان حضرات کی دلچسپی کا مرکز مذکورہ ''امام'' صاحب ہی کی ذات ہے۔ اس انداز تحریر سے ناشر اور اراکین سیمینار کی مسلکی عصبیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ انداز فکر ہی آج امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے جب کہ غیر جانبداری ''انصاف'' کے لیے ''بنیادی شرط'' ہے۔ کتابت معیاری مگر حسن طباعت اکثر مجروح ہے۔ لیکن مرتب اور اراکین سیمینار کمیٹی لائق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے خالصتاً علمی اور درپیش مسائل کے حوالے سے سیمینار کرا کے امت مسلمہ کو غور و فکر کرنے اور حل تلاش کرنے کا ایک ذریعہ مہیا کرا دیا ہے۔ یہ مقالات جو کتاب کی صورت میں شائع ہو کر منظر عام پر آگئے ہیں اس سے آئندہ نسلوں کی رہنمائی بھی ہوتی رہے گی۔ ناشر اور ان کے رفقاء بہر حال لائق مبارکباد قابل ستائش ہیں امید کہ اہل علم کی طرف سے انہیں بھرپور پذیرائی ملے گی۔ □□

رابطہ: ریسرچ اسکالر، روم نمبر E.W.37 سرسید ہال ساؤتھ۔ اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ یوپی 202002

فخر الاسلام اعظمی کی دو اہم کتابیں

شعور فن یو۔جی۔سی اور نٹ امتحانات کے لیے انتہائی مفید، صفحات: 436، قیمت: 120.00 ضمیمہ شعور فن =/30

ادب نما (نظر ثانی و اضافہ شدہ ایڈیشن) ایم۔اے کلاسز اور یو۔پی و بہار پبلک سروس کمیشن امتحانات کے لیے بیحد کارآمد
صفحات: 396 قیمت: 90.00

ملنے کا پتہ: Applied Publications Pvt.Ltd, New Delhi-110002

گیسودراز کا صوفیانہ فلسفہ

تبصرہ: شاہد۔ اے۔ چودھری

نام کتاب: سید محمد حسینی گیسودراز کا صوفیانہ فلسفہ　مصنف: ڈاکٹر ابوالفضل محمد طاہر　مترجم: احسن شفیق
صفحات: ۱۶۹　قیمت: ۔/۱۴۰
ناشر: جاوید اقبال، تین پہاڑ، صاحب گنج، بہار

ڈاکٹر ابوالفضل محمد طاہر نے سید محمد حسین گیسودراز کے صوفیانہ فلسفہ پر ایک تحقیقی مقالہ انگریزی میں مرتب کیا تھا۔ اب اس کا اردو ترجمہ منظر عام پر آیا ہے جو کہ صاحب گنج بہار سے شائع ہوا ہے۔ مترجم احسن شفیق نے قابل ذکر کام انجام دیا ہے۔

ڈاکٹر طاہر نے گیسودراز کے فلسفہ سے کتنا انصاف کیا ہے یہ جاننے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کو سمجھ لیا جائے۔ حضرت جنید بغدادیؒ سے جب معلوم کیا گیا کہ تصوف کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ "خدا میں یا خدا تک کے سفر کو تصوف کہتے ہیں۔ دراصل تصوف جس قوم یا مذہب میں ہوتا ہے اس کی نوعیت ایک ہی ہوتی ہے اگر الفاظ کے ہیر پھیر کو نظر انداز کر دیا جائے۔"

تصوف کو کچھ اس انداز سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک خدا ہے جو کہ "پرم آتما" یعنی روح الٰہی۔ اب اس کا ایک حصہ انسان میں روح یا آتما کی شکل میں موجود ہے۔ جب کوئی سالک تزکیہ نفس کے ذریعہ اپنی روح کو روح الٰہی میں فنا کرتا ہے اور پھر اس کی بقاء بھی روح الٰہی میں چاہتا ہے تو اس کوشش کو تصوف کہتے ہیں۔

مسلمانوں میں تصوف کے خصوصی طور پر تین پہلو رائج رہے ہیں۔ پہلا حلول جس کے ذریعہ منصور حلاج نے "اناالحق" کا نعرہ دیا تھا۔ ابن عربی کا وحدۃ الوجود جس کے معنی ہیں 'ہما اوست' یعنی اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی کو مجدد الف ثانیؒ نے وحدۃ الشہود کہا یعنی اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس بات کا صرف احساس کیا جاسکتا ہے۔ تصوف کا ایک نظریہ "ہم از اوست" بھی ہے جس کے معنی ہیں سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

بہر حال بعض صوفیا کہتے ہیں کہ جب ایک سالک اپنی روح کو روح الٰہی میں فنا و بقا کر دیتا ہے تو وہ خود خدا یا خدا جیسا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اسے موت نہیں آتی اور یہی وجہ ہے کہ اس کی موت کو وصال سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دنیا سے جس وقت وہ پردہ کرتا ہے تو اس وقت کو عرس کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہ حیثیت پالینے کے بعد صوفی میں کرامات دکھانے کی صلاحیت آجاتی ہے یہ صلاحیت اس کی قبر میں بھی ہوتی ہے۔ بعض صوفیوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ کسی اولیاء کی قبر دراصل ہوتی ہی نہیں کیوں کہ ان پر موت واقع نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مریدین سمجھتے ہیں کہ وہ قبر پرستی نہیں کر رہے ہیں۔

اس فلسفہ پر مسلمانوں میں صدیوں سے بحث رہی ہے۔ بعض اشخاص نے صوفیوں کو اسلام کا معزز ترین نمائندہ تسلیم کیا ہے۔ اور بعضوں نے انہیں بدترین کافر و بدعتی گردانا ہے۔ میں نے اپنی کتاب "صوفی ازم از ناٹ اسلام" میں بحث کی ہے کہ اسلام اور تصوف دو الگ الگ نظریات ہیں۔ یہاں اس بحث کو دوہرانے کی نہ گنجائش ہے نہ موقع۔ بس اتنا کہنا کافی ہوگا کہ گیسودراز کے صوفیانہ فلسفہ کو پڑھنے کے بعد بھی مجھے اپنے نظریات میں تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی حالانکہ گیسو دراز ایک ایسا نظام فکر پیش کرتے ہیں جس میں خدا ایک خالق مطلق اور انوکھا ہے اور تمام کائنات اس کے ارادے اور قدرت کی تخلیق ہیں۔ خالق اور مخلوق کا درمیانی تعلق کبھی بھی مواصلت کا نہیں بلکہ دوئی کا ہے، یعنی افکار فلسفہ ہمہ از اوست کا

ہے اور شیخ احمد سرہندی کے وحدۃ الشہود کے قریب ہے۔

قابل مصنف نے گیسودراز کے فلسفہ کو ایمانداری سے پیش کیا ہے اور تقریباً ہر پہلو پر تحقیقی نظر کامیابی سے ڈالی ہے۔ ترجمہ بھی سلیس ہے۔ لیکن کتابت اور چھپائی اتنی خراب ہے کہ کتاب کتاب سی نہیں لگتی۔ کہیں صفحہ الٹے جڑے ہیں تو کہیں صفحہ چھپنے سے ہی رہ گئے ہیں۔ مثلاً صفحہ نمبر ۲۲ الٹا جڑا ہے اور صفحہ ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۶۸ وغیرہ بالکل کورے ہیں۔ ان کمیوں کو اگر دور کر لیا گیا ہوتا تو یہ کتاب ان لوگوں کے لیے مفید ثابت ہوتی جو گیسودراز اور ان کے صوفیانہ فلسفہ کو جاننا اور سمجھنا چاہتے ہیں۔ □□

پتہ: معرفت، ابھے کمار ابھے، ہندوستان اسٹورس، چوراھا خیر نگر، میرٹھ (یوپی) 250002

سید مودودی: ایک جامع تعارف

تبصرہ: سید محمد اقبال

نام کتاب: سید مودودیؒ: ایک جامع تعارف　مولف: عبدالحفیظ رحمانی
صفحات: ۱۷۷　قیمت: ۔/۵۰ روپے
ناشر: دارالعرفان، ویلور، ٹملناڈو

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ایک عہد ساز شخصیت کا نام ہے۔ ڈاکٹر عبدالمغنی نے انہیں بیسویں صدی کا سب سے بڑا دماغ قرار دیا ہے۔ اور اس میں کچھ مبالغہ بھی نہیں۔ فکر اسلامی کو عصری زبان میں اور عصری دلائل کے ساتھ پیش کرنے کا کام کوئی آسان کام نہ تھا جبکہ الحاد اور اشتراکیت کی یلغار تھی یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا محمد علی جوہر نے خواہش کی تھی کہ کوئی اسلام کے تصور جہاد کو مدلل پیش کرتا۔ کچھ دنوں بعد سید ابوالاعلیٰ مودودی نے الجہاد فی الاسلام جیسی شاہکار کتاب لکھ کر اپنی تصنیفی زندگی کا آغاز کیا۔ گو صحافت کی دنیا اس سے پہلے ہی ان کے زور قلم سے آشنا ہو چکی تھی اور آج پوری دنیا میں ان کی تحریریں انفرادی سطح پر سرمایہ رشد و ہدایت اور اجتماعی سطح پر اسلام کی تفہیم و تعبیر کا معتبر اور موثر ذریعہ ہیں۔

سید مودودیؒ کا نام سن کر اور ان کی کتاب پڑھ کر ان کے تفصیلی تعارف کی خواہش ایک فطری امر ہے۔ ان کا بہت مختصر تعارف تو ان کی کتابوں کے آخری صفحے پر بھی مل جاتا ہے مگر زیر تبصرہ کتاب سید مودودی کا تفصیلی تعارف پیش کرتی ہے۔ یہ تعارف مولف کتاب کے اپنے قلم سے نہیں بلکہ مشاہیر اور خود مولانا کے اپنے قلم سے ہے۔ کتاب کا آغاز سید مودودی کے عہد کے تعارف سے ہوتا ہے جس سے ان حالات کا اندازہ ہوتا ہے جس میں انہوں نے اپنے کام کا آغاز کیا۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے حالات زندگی کا تفصیلی تعارف دراصل عبدالغنی فاروقی کے مضمون سے ہوتا ہے جو تقریباً ۳۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مضمون میں ان کے والد سید احمد حسن کا مختصر تعارف بھی آ گیا ہے۔ کتاب کے تیسرے حصے میں سید مودودی کے بارے میں علمائے اسلام کی آراء درج کی گئی ہیں جن میں مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، اور مولانا عامر عثمانیؒ شامل ہیں۔ یہ حصہ بہت مختصر محسوس ہوتا ہے۔ شاید جو چیز آسانی سے مل گئی اسے شامل کر لینے پر اکتفا کیا گیا۔ البتہ تاثرات کے دو ابواب اور ہیں ایک وہ جس میں تفہیم القرآن کے بارے میں علماء کی آراء شامل ہیں اور دوسرا وہ جس میں مولانا مودودی کی وفات پر علماء و دانشوروں کے تاثرات یکجا کئے گئے ہیں۔ اچھا ہوتا کہ یوسف القرضاوی، ڈاکٹر حمید اللہ اور اسمٰعیل راجی الفاروقی جیسی شخصیتوں کے تاثرات کو بھی شامل کر لیا گیا ہوتا۔ ہر چند کہ مولانا مودودی کے بارے میں ہم عصر اکابرین کے خیالات و تاثرات کا اندازہ کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

کتاب کے ایک حصے میں مولانا مودودیؒ کی منتخب تحریروں کے اقتباسات پیش کیے گئے ہیں جس سے مولانا کے فکر و خیال کے ساتھ ساتھ ان کے زور قلم، ادبی اسالیب اور زور استدلال کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

مولف کتاب عبدالحفیظ رحمانی کے پیش نظر اِس کتاب کا جو مقصد ہے اسے آخری صفحہ پر پیش کیا گیا ہے۔ حرف آخر میں بتایا گیا ہے کہ لوگ مولانا کی ذات کے ساتھ ہی ان کے پیغام اور مشن سے بھی واقف ہوں۔ واقف ہی نہیں ہوں بلکہ یہ محسوس کر سکیں کہ اسلام کے نشاۃ ثانیہ کا کام جس کے لیے مولانا عمر بھر کوشاں رہے ہر مسلمان کے کرنے کا کام ہے۔ امید ہے کہ مولانا کی شخصیت اور ان کے پیغام سے متعارف کرانے میں یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔ □□

مبصر کا پتہ: ریڈر شعبۂ انگریزی، مرزا غالب کالج، گیا (بہار)

شعورفن

تبصرہ: عمیر الصدیق ندوی

نام کتاب: شعورفن (Net امتحانات کوالیفائی کرنے کے لیے اہم کتاب) مرتبین: ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی
صفحات: ۴۳۶ قیمت: ۱۲۰/- روپے (ضمیمہ شعورفن: ۳۰/- روپے) قیمت کتاب مع ضمیمہ: ۱۵۰/- روپے
ناشر: ڈاکٹر فخر الاسلامی اعظمی، شبلی نیشنل پی جی کالج اعظم گڑھ (یوپی)
دہلی میں ملنے کا پتہ: اپلائڈ پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۷۳۹/۳، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

اردو زبان و ادب کے تدریسی اور نصابی تقاضوں اور ضرورتوں کے پیش نظر کتابیں کم نہیں ہیں لیکن یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے امتحانوں (J.R.F/N.E.T) کی اہمیت کے باوجود اس کے لیے کوئی ایسی جامع کتاب نظر نہیں آتی تھی، جو خاص اس امتحان کے امیدواروں کے لیے معاون و مددگار ہو۔ اس کتاب کے لائق مرتبین نے اس ضرورت کو بروقت محسوس کرکے زیرنظر کتاب کے ذریعہ اس کمی کی تلافی بحسن وخوبی کردی۔ ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی شبلی کالج اعظم گڑھ کے نامور استاد اور شاعر کی حیثیت سے معروف ہیں۔ درس و تدریس اور نصابی کتابوں کے پہلوؤں پر ان کی نظر بڑی وسیع اور عمیق ہے۔ اس سے پہلے ان کی ایک درجن سے زیادہ کتابیں مثلاً ادبی زاویے، رہنمائے ادب، سب رس سے خطوط غالب تک، مقالات سرسید سے مضامین رشید تک، غالب فکر و فن اور ادب نما وغیرہ شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہیں۔ دوسرے مرتب ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی بھی اردو درس و تدریس سے وابستہ ہیں اور تصنیف و تالیف کا عمدہ مذاق رکھتے ہیں۔ زیرنظر کتاب ان دونوں حضرات کی محنت و کاوش اور تجربہ و مشاہدہ کا ثمرہ ہے جس میں شاعری، داستان، ناول، ڈرامہ، تنقید، تاریخ، دکنیات اور اقبال و پریم چند جیسے موضوعات کے علاوہ ایک باب اردو ادب ۳۶ء کے بعد کے عنوان سے بھی ہے۔ آخر میں معروضی سوالات و جوابات کا ایک مفصل باب ہے جس میں قریب ۳۰۰ سوالوں کی شکل میں اردو ادب کی گویا مکمل تاریخ کو سمیٹ لیا گیا ہے۔ نٹ امتحانوں کا ایک خاص انداز و معیار ہے جس میں طلبہ و امتحان کی سطح کو ملحوظ رکھنا آسان کام نہیں لیکن زیرنظر کتاب سے اس مشکل مرحلے کو بڑی آسانی سے طے کرلیا گیا ہے، زبان و ادب کے ہر اہم موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ مثلاً پہلا باب شاعری کے عنوان سے ہے اس میں غزل، مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، اور نظم جیسے اصناف کی تعریف، اجزائے ترکیبی، عہد بہ عہد ارتقا، اور زوال کے اسباب اور ہر صنف کے مشاہیر شعراء کا ذکر اس جامعیت سے آگیا ہے کہ موضوع سے متعلق کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا۔ اختصار کی خوبی اس پر مستزاد ہے۔ یہی کیفیت دوسرے فنون ادب کی بھی ہے جن

میں مطالعہ کی وسعت، معتبر مصادر سے اخذ و استفادہ، حسن انتخاب اور طلبہ کے ذوق کی رعایت سطر سطر سے نمایاں ہے۔ سرسید بحیثیت نثر نگار کے عنوان سے چار صفحاتی تحریر گویا سمندر کو کوزہ میں سمیٹنے کی مثال ہے۔ جدیدیت اور مابعد جدیدیت، ساختیات اور شعر کے بعض جدید ترین ہیئتی تجربوں کے سلسلے میں ممکن ہے کچھ تشنگی کا احساس ہو، تاہم اس سے کتاب کے اصل مقصد پر اثر نہیں پڑتا۔ دیکھا جائے تو یہ اردو زبان و ادب کی مختصر لیکن مکمل و مستند تاریخ ہے۔ ایک بڑی خوبی شستہ و شگفتہ زبان اور دلکش منطقی و معروضی اسلوب ہے۔ کتاب کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ادب کی بنیادی اور معیاری کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو۔ ہر فن ادب کے شعور بلکہ آگہی اور ادراک کی بھی یہ کتاب ضامن ہے، نٹ امتحانوں کے علاوہ یہ اس لائق ہے کہ مدارس و جامعات کے نصاب میں اس کا مطالعہ ضروری قرار دیا جائے۔ اس کتاب کے بعد ایک ضمیمہ بھی شائع کیا گیا ہے جس کی قیمت 30.00 روپے ہے۔ یہ ضمیمہ کتاب کی معلومات کو Update کرنے کے لیے اہم ہے۔ □□

مبصر کا پتہ: دار المصنفین، اعظم گڑھ۔یوپی

نظام سرمایہ داری اور اسلامی معاشیات

تبصرہ: ڈاکٹر وقار انور

نام کتاب: نظام سرمایہ داری اور اسلامی معاشیات مصنف: حفظ الرب
صفحات: ۲۵۶، قیمت: ۵۰/- روپے (اشاعت ۱۹۹۶ء)
ناشر: اسلامک فقہ اکیڈمی، F-16، جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

کتاب کے تعارف میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمی نے یہ بات تحریر کی ہے کہ کتاب مصنف کے سوز درد کی آئینہ دار ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اس میں "درج آراء وخیالات کے تجزیہ کی پوری گنجائش موجود ہے۔" سوز درد کتاب کے لفظ لفظ سے عیاں ہے۔ سود کی خرابیاں، افراط زر کے برے نتائج، اسلامی معاشیات کی نظام سرمایہ داری پر برتری، نظام اسلامی میں بنک کاری کی جائز شکلیں، لائحہ عمل اور دیگر عنوانات پر مباحث میں مصنف کی سنجیدگی اور نفس مضمون سے قلب و جگر کا راست تعلق ظاہر ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی حدیث جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک زمانہ میں لوگ سود کھائیں گے اور جو شخص سود نہیں کھائے گا تو اس کا غبار تو اس تک پہنچ ہی جائے گا کے سلسلہ میں مصنف کتاب کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں سود کے غبار سے مراد افراط زر ہے۔ اپنی اس تحقیق کا حوالہ مصنف نے کتاب میں کئی جگہ دیا ہے اور اپنے مباحث میں اس رائے کو ایک بنیاد بنایا ہے۔ اس حدیث میں سود کے غبار سے کیا مراد ہے اس پر دوسری رائیں ممکن ہیں۔ اس سے قطع نظر افراط زر کے برے نتائج سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کتاب میں اس عنوان پر قیمتی مباحث موجود ہیں۔

کتاب میں ریاضی علامتوں اور گراف کا استعمال ضرورت سے زیادہ کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں کتاب بوجھل ہوگئی ہے۔ زبان و بیان کی وہ روانی اور چاشنی جس کے ذریعے معاشیات کے اردو اور انگریزی میں لکھنے والے خالص علمی مباحث کو بھی قاری کے لیے دلچسپ بنا دیتے ہیں، اس کا فقدان ہے، ریاضی علامتوں اور گراف کے لیے اردو کاتب کی خدمات ناکافی ہیں، بلکہ کتابت وطباعت کے دوسرے معیار کی ضرورت ہے۔

کتابیات اور حوالہ جات کی کمی محسوس ہوتی ہے، قاری کا یہ حق ہے کہ اسے مزید مطالعہ وتحقیق کے لیے سامان بہم کیا جائے۔ ویسے بھی کسی موضوع پر دوسری رایوں کا بیان کردینا اور تنقید کے ذریعہ اپنی رائے کو پیش کرنا زیادہ مفید ہے۔ مثال

کے طور پر کاغذی کرنسی یا نوٹ کے سلسلہ میں یہ تبصرہ ہے کہ اس کے استعمال سے عام لوگوں کو اتنی آسانی پیدا ہوئی ہے کہ نہ صرف عوام بلکہ ہمارے علمائے کرام نے اس کو عہد رسالت کے سونے اور چاندی کے سکوں کے قائم مقام مان لیا ہے۔" کاغذی کرنسی یا نوٹ کو علمائے کرام نے جن دلائل یا بنیادوں پر جائز قرار دیا ہے ان کو بیان کر کے جائزہ لینا زیادہ مفید تھا۔

پوری کتاب میں خاصہ علمی مواد موجود ہے، اس موضوع پر غور وفکر کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک مفید حوالہ (Reference) ہے۔ خصوصاً افراط زر (Inflation) سے متعلق قابل قدر مواد ہے۔ □□

مبصر کا پتہ: 19، آزاد اپارٹمنٹ، آئی۔پی ایکسٹنشن، پٹپڑ گنج، دهلی۔110092

ساختیات: تاریخ، نظریہ اور تنقید

تبصرہ: ایس۔اے۔رحمٰن

نام کتاب: ساختیات: تاریخ، نظریہ اور تنقید مصنف: احمد سہیل
صفحات: ۴۴۸ (ڈبائی اوکٹیوو) قیمت: ۔/۲۰۰ روپے
ناشر: تخلیق کار پبلشرز، 104-B، آئی بلاک، لکشمی نگر، دہلی۔ ۱۱۰۰۹۲

ساختیات ایک جدید ادبی تھیوری ہے اور اس پر کام ابھی بہت زیادہ نہیں ہوا ہے۔ کئی سال پہلے پروفیسر گوپی چند نارنگ کی پیشکش، ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات، منظرِ عام پر آئی تھی۔ اس میں اس نئی ادبی تھیوری کے تعارف اور تجزیے کے علاوہ مابعد جدیدیت اور نئے فلسفے پر بحث بھی کی گئی تھی۔ زیر تبصرہ کتاب ساختیات: تاریخ، نظریہ اور تنقید' ہے اور یہ اس جدید ادبی تھیوری پر تحقیقی کاوش ہے جس نے حالی کے مقدمہ شعر وشاعری کے بعد ادبی تھیوری کو ایک نیا موڑ دیا ہے۔ احمد سہیل کی یہ کاوش تنقید کی کتاب نہیں ہے بلکہ ساختیاتی نظریے کی اساسی تفہیم ہے اور مصنف نے ساختیاتی نظریے کی تہذیب کو اردو تنقید اور نظریے کے سیاق وسباق میں پرکھنے کی سعی کی ہے اور قاری کو اپنے ادراک کی مدد سے ساختیات کے نظری مسائل کی تفہیم کرسکنے کے وسائل مہیا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے دو ابواب میں ساختیات کی کہانی ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کی ابتدا کیسے ہوئی۔ تیسرے باب میں ادب کے ساتھ دیگر مضامین کے تعلق سے ساختیات کے کنٹری بیوشن پر نظر ڈالی گئی ہے۔ چوتھا باب جرمن ساختیات سے منسوب ہے اور اس میں جرمن ساختیات کے پس منظر کے ساتھ اس کا لسانی اور ادبی تجزیہ کیا گیا ہے۔ پانچواں باب جینیاتی ساختیات اور گولڈ مین کے بارے میں ہے۔ جینیاتی ساختیات بنیادی طور پر جرمنی کی دین ہے جو فطری سائنس اور ثقافتی یا بشریاتی سائنس کے درمیان فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ لوسین گولڈ مین کے خیال میں فطری سائنس اسطور دنیا کا مادی مظہر ہے جو بغیر کسی ترتیب کے مطالعہ کیا جاتا ہے اور یہ ایک ایسے سائنسی طریقہ کار کو وضع کرتا ہے جو سب کے لیے قابل قبول ہو۔ اس طرح گولڈ مین نے ادب اور عمرانیات کے درمیان جینیاتی ساختیات کا پل تعمیر کر کے کئی فکری مغالطے کھڑے کیے۔ اس کی کتاب Hidden God اس کے الجھے نظریات کا اظہار ہے۔ اس کتاب کا چھٹا باب ساختیات اور مارکسیت پر اظہار خیال ہے تو ساتواں باب تفہیمات کی فکری اساس پر گفتگو ہے۔ تفہیمات دراصل انجیل مقدس کی تشریح کا سائنسی فن ہے جس میں قواعد وضوابط اور مخصوص نامیاتی ڈھانچے اور تدبیر سے درجاتی شناخت ممکن ہو پاتی ہے۔ آٹھواں باب ترجمے کا ساختیاتی نظریہ ہے جس میں لسانی رشتوں کے حوالے سے معنویت کی بازیافت کی گئی ہے۔ نویں باب میں ڈرامے کے تعلق سے ساختیات کا جائزہ لیا گیا ہے تو دسویں باب میں ساختیات کے بارے میں نظریاتی، تنقیدی وتحریکی ادوار کا جائزہ ہے۔ گیارہویں باب میں ساختیات

کے مختلف اسکولوں کا جائزہ ہے اور بارہویں باب میں ساختیات کے مختلف نظریات کے پیرو شخصیات کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ آخر میں کتابیات کے تحت ان کتابوں کے نام دیے گئے ہیں جن سے اس مقالہ کی تیاری میں احمد سہیل نے مدد لی ہے۔ یہ اہم فہرست ہے اور مصنف کے وسیع مطالعہ کا ثبوت ہے۔ کتابیات سے پہلے اصطلاحات کے تحت ساختیات کے تعلق سے تکنیکی الفاظ کی Glossary دی گئی ہے جو یقیناً اس کتاب کے مطالعہ کے لیے کارآمد ہے۔ احمد سہیل ساختیات کے تاریخی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی مبادیات کو سامنے لائے ہیں اور اپنی اس کتاب میں انہوں نے ساختیات کے عمرانی، بشریاتی، ماحولیاتی اور لسانی رویوں پر بھی گفتگو کی ہے۔ ڈاکٹر احمد سہیل کی یہ کتاب ساختیات پر اردو میں تنقیدی ادب کے زمرے میں ایک قابل قدر اضافہ ہے مگر یہ اسلوب چونکہ بے حد خشک اور بہت Aesthetic ہے اس لیے میرے خیال میں اردو تخلیقی ادب کی پرکھ کے لیے شاید مقبول نہ ہوسکے۔ اگرچہ اردو میں اسلوب کی اہمیت ہے پھر بھی یہاں Structure سے زیادہ معنویت کی پذیرائی کی جاتی ہے۔ پھر بھی ساختیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے کیوں کہ مصنف نے ساختیات کے نظریہ کو تدریس اور نصابی حصار سے نکال کر عملی اور سائنٹی فک تنقید سے ہم آہنگ کیا ہے۔ یہ کتاب لیزر کمپوزنگ میں ناشر کی روایت کے مطابق صاف ستھری شائع ہوئی ہے جس کا سرورق رنگوں کا ایسا امتزاج ہے جو آنکھوں کو اچھا لگتا ہے۔ □□

پتہ: 1669، کوچہ دکھنی رائے، دریا گنج، نئی دھلی۔ 110002

سلگتے مسائل

تبصرہ: حقانی القاسمی

نام کتاب: سلگتے مسائل مصنف: مولانا اسرار الحق قاسمی
صفحات: ۲۸۵ قیمت: ۔/۵۵ روپے
ناشر: آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، 552B/22 ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

مولانا اسرار الحق قاسمی ایک زمانے تک جمعیۃ علمائے ہند سے وابستہ رہنے کی وجہ سے مذہبی حلقوں میں ان کا نام خاصا متعارف رہا ہے اور اب ملی کونسل اور آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن کے حوالے سے ان کی شخصیت مزید تابناک ہوئی ہے۔ مولانا قاسمی، طالب علمی ہی کے زمانے سے رسائل وجرائد میں لکھتے رہے ہیں اور دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی زندگی کے دوران ماہنامہ "الاصلاح" اور ماہنامہ "ساحل" کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا صحافتی ذوق بہت ہی پرانا ہے۔ مگر اس ذوق کو جلا اس وقت ملی جب مولانا نے باضابطہ اخبارات کے لیے مضامین لکھنے شروع کیے۔ مولانا کے یہ کالم بہت مقبول ہوئے اور مضامین ہندوستان بھر کے اخبارات میں ڈائجسٹ ہوئے۔ اب انہیں مضامین کا تازہ ترین مجموعہ ہے "سلگتے مسائل" جس میں انہوں نے قوم وملت کو درپیش اہم مسائل کے حوالے سے انتہائی اہم مضامین لکھے ہیں۔ اس میں تقریباً ۶۰ مضامین ہیں اور ہر ایک کا دائرہ کار اور موضوع مختلف ہے۔ لیکن ایک چیز قدر مشترک ہے کہ مولانا نے ملک اور ملت کے حوالے سے ہی ساری باتیں کی ہیں اور مسلمانوں کے اہم سیاسی تعلیمی مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مولانا کا انداز بیان سادہ اور دل لبھانے والا ہے۔ ان کی تحریر میں کشش اور فکر میں معروضیت، منطقیت اور اعتدال ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انسانی دردمندی کے گہرے جذبے کو ان مضامین میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ہندوتو اور سنگھی جارحیت اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کو بھی انہوں نے بے نقاب کیا ہے۔ مولانا چونکہ براہ

راست عوامی رابطے میں ہیں اور مختلف شہروں کا دورہ کرتے رہتے ہیں۔ گزشتہ ۳۰ برسوں میں انہوں نے ملک بھر میں دو لاکھ سے زیادہ گاؤں کا دورہ کیا ہے اور آج بھی ان کا سلسلہ سفر جاری ہے۔ اس لیے ان کا مشاہدہ بھی وسیع ہے اور عوامی مسائل اور دکھ درد کا انہیں احساس بھی ہے۔ وہ جو کچھ لکھتے ہیں دوٹوک اور بے لاگ لکھتے ہیں۔ ان کا ایک مضمون ''اکیسویں صدی کا اہم ایجنڈا تعلیم'' ہے جو انتہائی معلوماتی ہے۔ اس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی صورتحال کے تعلق سے انہوں نے مختلف رپورٹوں کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ چشم کشا بھی ہے اور مسلمانوں کے لیے تشویش ناک بھی۔

مولانا قاسمی کشادہ ذہن کے حامل ہیں، عصری علوم کی تحصیل پر زور ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ہمارے اسلاف و اکابر میں بہت سے ایسے گزرے ہیں، جنہوں نے نہ صرف عربی فارسی بلکہ انگریزی، ہندی اور سنسکرت تک میں مہارت حاصل کی اور غیر عربی زبانوں کے سیکھنے کی طرف لوگوں کو متوجہ بھی کیا اور ان کی افادیت سے بھی آگاہ کیا۔ شیخ حیدریؒ نے ہندوستانی پنڈتوں سے سنسکرت سیکھی اور پھر اس کے ذریعہ پنڈتوں کو اسلام کی دعوت پیش کی جس کے نتیجہ میں بڑی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اسی طرح مولانا غلام علی بلگرامی نے شیخ عنایت اللہ کے تعلق سے تحریر کیا ہے کہ انہوں نے عربی فارسی میں مہارت پیدا کر کے ہندی اور سنسکرت تعلیم بھی حاصل کی۔ ایسے قلم کار جو مسلمانوں کو تعلیم سے بیزار قرار دیتے ہیں، علماء کو بھی مورد الزام ٹھہراتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو عصری علوم کی تحصیل سے روکا ہے وہ تنگ نظر ہیں۔''

مولانا کے دل میں مسلمانوں کا بہت درد ہے۔ اسی لیے انہوں نے سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی گھٹتی ہوئی شرح کے تعلق سے بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔

مولانا نے یہ سارے مضامین بڑی عرق ریزی، محنت سے لکھے ہیں اور ایک ہی جذبہ کارفرما ہے کہ مسلمان کسی طرح تعلیمی، سیاسی، ثقافتی میدان میں آگے بڑھیں اور تساہلی کا لبادہ اتار پھینکیں۔ مولانا نے سلگتے ہوئے مسائل پر بہت ہی سنجیدگی سے لکھا ہے اور یہی ایک اچھے اور سچے صحافی کا منصب ہے کہ بحران کی گھڑی میں وہ ملک وقوم کو صحیح راستہ دکھائے۔ مولانا کے یہ مضامین پورے ملک و ملت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ مولانا کے سیاسی، صحافتی مضامین کا یہ انتخاب ہر ایک حلقے میں مقبول و محبوب ہوگا۔

اس کتاب کے ناشر الحاج پرویز احمد اعظمی (جنرل سکریٹری آل انڈیا تعلیمی و ملی فاؤنڈیشن) مخلص اور فعال انسان ہیں، انہیں کی دلچسپیوں کی وجہ سے یہ کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ اس کے لیے وہ شکریے اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔ □□

مبصر کا پتہ: غفار اپارٹمنٹس، 248، گلی نمبر 10، غفار منزل، نئی دہلی۔110025

اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس کی تازہ پیشکش

The Oxford Elementary Learner's

ENGLISH-URDU DICTIONARY

انگریزی سے اردو سیکھنے والوں کے لیے ایک نایاب تحفہ

اردو ترجمہ و ترتیب: سارہ نقوی (بی بی سی لندن) صفحات: 422 سائز: 20x30/8 قیمت: 195.00

اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس کی دیگر کتابیں بھی ہم سے طلب فرمائیں۔

Applied Publications Pvt.Ltd. 1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel, Pataudi House, Daryaganj, New Delhi-2

قدرداں حیدر آباد

تبصرہ: پروفیسر نثار احمد فاروقی

کتاب: قدرداں حیدر آباد	مصنف: ڈاکٹر داؤد اشرف
صفحات: ۱۲۰، قیمت: -/۱۰۰ روپے	
ناشر: شگوفہ پبلی کیشنز، ۳۱، مجرد گاہ، معظم جاہی مارکیٹ، حیدر آباد (اے۔ پی)	

آندھرا پردیش کا اسٹیٹ آرکائیوز قدیم دستاویزوں کا بیش بہا خزینہ ہے جس میں عہد شاہ جہاں اور اورنگ زیب کی بھی اتنی دستاویزیں محفوظ ہیں جو ہندوستان میں کسی دوسری جگہ نہیں ہیں۔ یہاں تاریخی وثائق کی تعداد ایک کروڑ سے زیادہ بتائی جاتی ہے اسی میں سلطنت آصفیہ کا دفتر دیوانی و مالی بھی ضم ہو گیا ہے اور عہد آصفی کی لاکھوں اہم دستاویزیں محفوظ ہیں۔ ڈاکٹر داؤد اشرف اسی آرکائیوز کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے ہیں وہ بہت اچھا ادبی اور تاریخی ذوق رکھتے ہیں، چونکہ اس خزانے سے وہ اچھی طرح واقف ہیں، اس سے نہایت قیمتی موتی نکال کر علمی دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ آرکائیوز کے رکارڈ پر مبنی ان کی تین کتابیں پہلے آچکی ہیں۔ یعنی ''بیرونی مشاہیر ادب اور حیدر آباد'' حاصل تحقیق اور نقوش تاباں۔ اب یہ چوتھی کتاب ''قدرداں حیدر آباد'' کے نام سے آئی ہے۔ یہ بھی نہایت قابل قدر معلومات کا مجموعہ ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ علمی اور تعلیمی اداروں کے علاوہ مصنفوں کو ریاست حیدر آباد سے کیسی فراخدلی کے ساتھ امداد ملتی تھی۔ دار العلوم ندوۃ العلماء، انجمن ترقی اردو، اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن یونیورسٹی، ادارہ ادبیات اردو ان بہت سے اداروں میں شامل ہیں جنہیں آصف کی قدردانی کی بدولت اچھے کام کرنے کا موقع ملا۔

منشی پیارے لال شاکر ایڈیٹر 'العصر' مولوی عبدالحق، مولوی عنایت اللہ دہلوی اور محمد مارماڈیوک پکتھال ان علمی شخصیات میں سے ہیں جنہیں سابق ریاست حیدر آباد نے دل کھول کر مالی امداد دی۔ مولوی عنایت اللہ ۶۵ سال کی عمر تک دار الترجمہ کے ناظم رہے، محمد مارماڈیوک پکتھال دس سال تک ایک اسکول کے پرنسپل رہے انہیں پوری تنخواہ کے ساتھ دو سال کی رخصت دی گئی تاکہ وہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ مکمل کر سکیں، مختصر مدت ملازمت کے باوجود اور عام ضابطوں کے خلاف انہیں نصف تنخواہ بہ طور پنشن دی گئی۔ مئی ۱۹۳۶ء میں پکتھال کا انتقال ہو گیا تو ان کی بیوہ کے لیے دو سو پونڈ سالانہ تاحیات منظور کیے گئے۔

منشی پیارے لال شاکر میرٹھی ایڈیٹر 'العصر' کو تین بار پانچ پانچ سو روپے دیے گئے۔ انجمن ترقی اردو کو اس زمانے میں ۴۵ ہزار سالانہ گرانٹ ملتی تھی جو آج کے ۴۵ لاکھ کے برابر ہے۔ لندن یونیورسٹی کو اردو ریڈر شپ قائم کرنے کے لیے ڈھائی سو پونڈ سالانہ دیے گئے۔ اسی طرح عثمانیہ یونیورسٹی، دار الترجمہ اور کتب خانہ آصفیہ میں قلمی کتابوں کے تحفظ کے لیے ہر معقول سفارش کو قبول کیا گیا۔

آئندہ کوئی شخص اس عہد کی کسی ایسی شخصیت پر تحقیقی کام کرے جس کا حیدر آباد کی سابق ریاست سے کوئی واسطہ رہا ہو، یا عہد آصفی کی علمی و ثقافتی خدمات کا جائزہ لینا چاہے تو وہ اسٹیٹ آرکائیوز کی دستاویزوں سے مدد لیے بغیر مکمل اور معتبر نہیں ہو سکتا، اپنی چاروں کتابوں میں ڈاکٹر داؤد اشرف نے ان میں سے کچھ دستاویزوں کو بڑے سلیقے سے پیش کر دیا ہے، جس کے لیے اہل علم ان کے ممنون رہیں گے۔ ◀◀

مبصر کا پتہ: پوسٹ بکس نمبر 9723، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

علامہ سید سلیمان ندویؒ: بحیثیت مورخ

تبصرہ: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

نام کتاب: علامہ سید سلیمان ندویؒ: بحیثیت مورخ مصنف: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
اشاعت: ۲۰۰۱ء صفحات: ۷۷، قیمت: ۵۰/- روپے
ناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی شخصیت بڑی متنوع الجہات تھی۔ انہوں نے تاریخ، سیرت و سوانح ادب اور دیگر موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے اور گراں قدر سرمایہ چھوڑا ہے۔ ان کی شخصیت کے بعض پہلوؤں پر تحقیقی کام ہوئے ہیں۔ مثلاً ان کی ادبی خدمات پر کئی حضرات نے ڈاکٹریٹ کے مقالے تحریر کیے ہیں۔ لیکن تاریخ کے موضوع پر ان کی تحریروں کا کوئی مبسوط تحقیقی مطالعہ اب تک نہیں کیا گیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب اس کمی کی بڑی حد تک تلافی کردیتی ہے۔

کتاب کے ابتدائی حصے میں سید صاحب کی ان خدمات کو نمایاں کیا گیا ہے جو غلط تاریخ نویسی پر نقد و استدراک سے تعلق رکھتی ہیں۔ تاریخ اسلام اور تاریخ ہند کے سلسلے میں جب بھی مستشرقین یا ہندو مورخین نے غلط بیانی کی یا بے جا اعتراضات کیے تو سید صاحب نے بروقت اس کا نوٹس لیا اور پوری قوت کے ساتھ اس کی تردید کی۔ یہ کام انہوں نے ابتداء ہی سے شروع کردیا تھا جب ۱۹۱۰ء میں علامہ شبلی نے ندوہ میں مورخوں کی غلط بیانیوں اور ہرزہ سرائیوں کی تردید و تصحیح کے لیے "صیغۂ اغلاط تاریخی" قائم کر کے سید صاحب کو اس کا سکریٹری بنایا تھا۔ بعد میں دارالمصنفین کے ترجمان ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ میں بھی سید صاحب اس موضوع پر برابر لکھتے رہے اور مورخین کی غلط بیانیوں پر سخت تنقید کرتے رہے۔ معارف کے اداریوں (شذرات) میں اس سلسلے کا خاطر خواہ مواد موجود ہے۔ یہ اداریے تین جلدوں میں "شذرات سلیمانی" کے عنوان سے شائع ہوگئے ہیں۔ مصنف نے تمام متعلقہ مواد سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے اور اس میدان میں سید صاحب کی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر بہت تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے میں مصنف نے سید صاحب کے اس منصوبے پر روشنی ڈالی ہے جو انہوں نے تاریخ اسلام اور تاریخ ہند پر معتبر و مستند کتابیں لکھوانے کے سلسلے میں تیار کروایا تھا۔ تاریخ اسلام کا منصوبہ تو پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، لیکن تاریخ ہند پر خواہش، منصوبہ اور عملی جد وجہد کے باوجود بوجوہ خاطر خواہ کام نہ ہوسکا۔ مصنف نے اس کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔

آخری حصہ میں سید صاحب کی تاریخ کے موضوع پر تصنیفات: ارض القرآن، عرب و ہند کے تعلقات، عربوں کی جہاز رانی، ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں اور بعض تاریخی تحقیقی مقالات کا تعارف کرایا گیا ہے اور ان کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی خدمات تاریخ پر یہ مطالعہ بہت معروضی، جامع اور قابل قدر ہے۔ مصنف نے اپنے استنباطات کی تائید میں کثرت سے اقتباسات پیش کئے ہیں اور حوالے دیے ہیں۔ امید ہے علمی حلقوں میں اس کی پذیرائی ہوگی۔ □□

مبصر کا پتہ: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔ 202001

کتابیں ذہن و فکر کو زنگ آلود ہونے سے محفوظ رکھتی ہیں

سائنس اور غالب

تبصرہ: مولانا محمد فاروق خاں

نام کتاب: سائنس اور غالب، مصنف: ڈاکٹر وہاب قیصر، صفحات: ۱۶۰، قیمت: ۱۲۵/- روپے
ناشر: سائنس اورینس اینڈ پرموشن ٹرسٹ، حیدرآباد (اے۔ پی)
ملنے کے پتے: روزنامہ سیاست، سیل کاؤنٹر، جواہر لال نہرو روڈ، حیدرآباد (اے۔ پی)
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ڈاکٹر وہاب قیصر ایک ماہر سائنسداں ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب سائنس اور غالب میں مرزا غالب کے بعض ایسے اشعار کی نشاندہی کی ہے جو سائنسی حقائق پر مبنی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ایسے اشعار کی شرح کرنے میں سائنس کے اصولوں کو اپنے پیش نظر رکھا ہے۔ اس شرح سے غالب کے ان اشعار کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوگئی ہے۔ ڈاکٹر قیصر نے اشعار کی شرح کرتے ہوئے سائنس کے اصول بھی عام فہم زبان میں بیان کردیے ہیں جس سے بہت سے سائنسی اصولوں سے بھی ہماری واقفیت ہوجاتی ہے۔

کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں دانشوروں کے حوالوں سے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ غالب کی آگہی عام اردو کے شعراء سے بڑھ کر تھی اور در حقیقت وہ جدید ذہن کے حامل تھے۔ دوسرے باب میں ان کے ان اشعار پر گفتگو کی گئی ہے جن کے مضامین اور سائنسی حقائق میں حیرت انگیز حد تک مطابقت پائی جاتی ہے۔ کتاب کے تیسرے باب میں ان اشعار کے سلسلے میں ان خیالات و مطالب اور مفاہیم کا احاطہ کیا گیا ہے جو غالب کے شارحین یا ادیبوں اور ماہرین فن نے پیش کیا ہے۔

سبزہ زار ہو یا کہ آبشار، صحرا ہو کہ برف آلود پہاڑوں کی چوٹیاں حسن کہاں نہیں ہے۔ فطرت کا ہر حصہ حسین ہے سب کے اندر ایک جمالیاتی حسن پایا جاتا ہے۔ فطرت میں مصنوعی حسن پیدا کرنیکی کوشش ناحق ہی ٹھہرے گی۔ انسان بالعموم فطری حسن کو بگاڑتا ہی ہے خواہ وہ کتنا ہی اپنی کوشش پر فخر کرے۔ ماحولیاتی آلودگیاں کس کی پیدا کی ہوئی ہیں، فطرت کی یا ارمان کی، اب غالب کا یہ شعر پڑھیے:

غافل بہ وہم ناز، خود آرا ہے، ورنہ یاں
بے شانہٴ صبا نہیں، طرۂ گیاہ کا

ایک اور سائنٹفک شعر پر غور کریں:

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

ڈاکٹر وزیر آغا نے صحیح لکھا ہے کہ اس کتاب کو غالبیات کے سلسلہ میں ایک اہم اضافہ کی حیثیت حاصل ہے۔ □□

مبصر کا پتہ: 1353 چتلی قبر، جامع مسجد، دھلی۔ 110006

"اردو بک ریویو" کا سالانہ زر تعاون طلبہ کے لیے صرف -/80 روپے ھے۔
زر تعاون کے ساتھ طلبہ اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ارسال فرمائیں۔ (ادارہ)

بے ادبیات

تبصرہ: سہیل انجم

نام کتاب: بے ادبیات مصنف: رضوان اللہ
صفحات: ۱۶۰، قیمت: /۷۵ روپے
پتہ: ڈی ۱۷۸، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

طنز و مزاح کے لطیف اور باریک پیرایے میں سماجی مسائل کی تصویر کشی کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ عام لوگ نہیں لگا سکتے۔ اپنے آپ کو نشانہ بنانے اور اپنے اوپر ہنس کر اپنے عہد کی برائیوں اور خامیوں کو اجاگر کرنے اور سماج کو آئینہ دکھانے کا کام بڑے دل گردے کا ہے۔ آج کے اس دور میں جبکہ خالص چیزوں کا قحط پڑ گیا ہے۔ اگر کہیں سچی تحریریں پڑھنے کو مل جائیں تو ذہن و دماغ کو مسرت و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ آج طنز و مزاح کے میدان میں اوریجنل رائٹرس کا قحط ہے۔ بیشتر تحریریں یا تو پیش رو مزاح نگاروں کی تحریروں کا سرقہ ہوتی ہیں یا پھر ان میں اتنا بھانڈ پن ہوتا ہے کہ ذہن مکدر ہو جاتا ہے۔ ایسے میں رضوان اللہ کے مضامین دماغ کو تازگی بخشتے اور ہنسنے ہنسانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

زیر نظر مجموعہ "بے ادبیات" کے دو حصے ہیں ایک نثر کا اور دوسرا نظم کا۔ نثری حصے کو انہوں نے بے ادبیات اور منظوم حصے کو بدنظمیاں قرار دیا ہے۔ مجموعہ کے نام سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ انہیں اپنے اوپر ہنسنے میں کوئی عار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تصنیفات کو "ناتجربہ کاریاں" قرار دیا ہے۔

اس مجموعہ میں ایسی تحریریں جگہ جگہ ہیں جن کے آئینہ میں آپ کو اپنا اور سماج کا چہرہ بہت واضح انداز میں نظر آئے گا۔ آپ کو فوراً احساس ہو جائے گا کہ مزاح نگار نے خود کو نشانہ بنانے کی آڑ میں سماج کو نشانہ بنایا ہے۔ دراصل رضوان اللہ کے ہاتھ میں قلم نہیں ایک نشتر ہے جو ہر زخم اور ناسور پر وار کرتا ہے اور اس طرح وہ نشتر زنی کے بہانے اپنا کام کر جاتے ہیں۔ رضوان اللہ دراصل بنیادی طور پر ایک صحافی ہیں۔ سماجی مسائل کی نبض پر ان کی انگلی ہے اور وہ سماج کو آئینہ دکھانے کا کام صرف صحافت سے نہیں لیتے بلکہ طنزیہ مزاحیہ مضامین اور شاعری کو ہتھیار بنا کر بھی اپنا کام کرتے ہیں۔

رضوان اللہ کا خمیر اعظم گڑھ کی زرخیز زمین سے اٹھا ہے لیکن اس میں جگہ جگہ کی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو بھی شامل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ۲۲ برسوں تک یوپی کے شہروں اور قریوں کی خاک ملازمت کے سلسلے میں چھانی ہے۔ اب وہ دہلی میں سکونت پذیر ہیں۔ وہ ۲۷ برس تک کلکتہ میں بھی رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں اترپردیش بھی نظر آئے گا، مغربی بنگال بھی اور دہلی بھی۔ رضوان اللہ کا یہ پہلا مجموعہ ہے اس کے مضامین اخبارات و رسائل کے لیے لکھے گئے تھے جن میں کئی مطبوعہ بھی ہیں لیکن بیشتر غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کا ذوق بہت صاف ستھرا اور بھانڈ پن سے پاک ہے۔ موضوعات میں تنوع اور وسعت ہے۔ اسلوب نگارش انتہائی جاندار، شگفتہ اور انسانی جذبوں سے لبریز ہے۔

رضوان اللہ صاحب کے بعض مضامین کو پڑھ کر ہونٹوں پر باریک سا تبسم دوڑ جاتا ہے اور بعض کو پڑھ کر قاری لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے مرغا، ایک بکرے میں دو قربانی، ووٹ دو ووٹ دو؟ کمبخت مرتی ہی نہیں، ادب برائے ادیب، بوڑھوں کا ادب، جہیز کمزوریوں کا شرطیہ علاج اور یہ گدھا اپنی فطرت میں صحافی ہے نہ قاری ہے، قابل ذکر ہیں۔

رضوان اللہ کی شاعری کے بارے میں بس اتنا عرض ہے کہ وہ شاعری نہیں ایک نشتر ہے جو زخموں اور ناسوروں کو نشانہ بناتا ہے۔ ان کی ایک نظم دلی نامہ ہے۔ جس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

جگہ جگہ قلعے کھنڈر، کھنڈر میں مسجدوں کے در دروں سے متصل ہیں گھر، گھروں میں ہیں مزارہا
پرانی دلی جایئے، کباب سیخ کھایئے وہیں پہ دیکھ آیئے غرارہا شرارہا
کہاں ہے اردو کیا ہوئی، کسی کو اس کی کیا پڑی کھڑی وہ دیکھتی رہی گلے میں سب کے ہار ہا

☆☆

کرپشن کے ہم ہیں ہمارا کرپشن یہ سب کی نگاہوں کا تارا کرپشن
کرپشن نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا جو رنگینیاں ہیں یہ سارا کرپشن

☆☆

سب کہاں کچھ جا کے کلبوں میں نمایاں ہوگئیں واں بہار جاں فزا دکھلا کے پنہاں ہوگئیں
تھیں بنات الناس دلی کب سے پردے میں نہاں دفتر و کالج میں جب پہنچیں تو عریاں ہوگئیں

پتہ: 426، ذاکر نگر ویسٹ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025

چند اہم مطبوعات ہم سے طلب فرمائیں

☆ قرآنی عربی (قرآن کریم کے ذریعے بنیادی عربی کی تعلیم)	ڈاکٹر محمد حافظ اسمٰعیل سورتی	150/=
☆ ادب کا اسلامی تناظر	ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی	100.00
☆ سفرنامہ حرمین شریفین	مولانا طیب عثمانی	60.00
☆ اسباق النحو (مکمل)	مولانا حمید الدین فراہیؒ	30.00
☆ فلسفے کے بنیادی مسائل (قرآن کریم کی روشنی میں)	مولانا امین احسن اصلاحیؒ	100.00
☆ ذکر فراہیؒ	ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی	350.00
☆ اردو کا ابتدائی زمانہ (کراچی ایڈیشن)	شمس الرحمٰن فاروقی	120.00
☆ ادراک معنی (مضامین)	ڈاکٹر محمد نفیس حسن	125.00
☆ تنقیح و تشریح: محمود عالم کے تبصرے اور تنقیدی مضامین	مرتب: عارف اقبال	100.00
☆ پرواز راز (نیا شعری مجموعہ)	ڈاکٹر خلیل الرحمٰن راز	150.00
☆ آواز کے سائے (نیا شعری مجموعہ)	ڈاکٹر عبید الرحمٰن	120.00
☆ غزل: پس منظر پیش منظر (مجلد)	ساحل احمد	400.00
☆ تشکیل و تعبیر (مروجہ اصناف سخن سے متعلق ناوک حمزہ پوری کے مضامین کا انتخاب)	مرتب: عطا عابدی	150.00
☆ مجموعہ قوانین اسلامی (مسلم پرسنل لاء بورڈ سے متعلق احکام شریعت اسلامی کا دفعہ وار مرتب مجموعہ)		140.00
انگریزی ایڈیشن (انگریزی مترجم: پروفیسر طاہر محمود)		70.00

Contact:
Applied Publications Pvt. Ltd.
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel
Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002

آدھا آدمی

تبصرہ: رضوان اللہ آروی

نام کتاب: آدھا آدمی (افسانے)   مصنف: مشتاق اعظمی
صفحات: ۱۱۲، قیمت: -/۵۰ روپے
ناشر تقسیم کار: تنویر بک ڈپو، نصیر بک ڈپو، نشان بک ڈپو، جی ٹی روڈ، آسنسول (مغربی بنگال)

مشتاق اعظمی کے افسانے، سیاسی بصیرت اور سماجی آگہی کے عکاس ہیں۔ ان کا مجموعہ ''آدھا آدمی'' ایک ایسا آئین خانہ ہے جس میں اس دور کی کثافت کے ساتھ، نزاکت و لطافت بھی جلوہ گر ہے۔ مشتاق کا فن، حقیقت بداماں ہونے کے ساتھ عصری حسیت سے بھرپور ہے۔ وہ مطالعہ سے زیادہ مشاہدات پر یقین رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا مشاہدہ، باریک یا بہت زیادہ عمیق نہیں، تاہم بظاہر سامنے کے ان مشاہدات کے بطن سے ان کے فن کی جو نمود ہوئی ہے، اس کی مثال دور وحاضر کے افسانوی ادب میں نایاب نہیں تو کمیاب ضروری ہے۔ آج کے ادب میں ویسے بھی تصورات رتخیلات کے لیے اب کوئی جگہ نہیں، لیکن مشتاق، اپنی آنکھیں کچھ زیادہ ہی کھلی رکھتے ہیں۔ وہ سیاسی رہنماؤں کی شعبدہ بازیاں ہوں، سماجی، تعلیمی نظام کی خرابیاں ہوں، معاشی پریشانیاں ہوں، یا پیر مرد و عورت کی جذباتی، نفسیاتی پیچیدگیاں ہوں! مشتاق اعظمی کے ہاں، ان سب کی پیشکش بیانیہ کی سطح پر ڈرامائی انداز میں ہوتی ہے۔ حالانکہ بیانیہ میں ڈرامائیت پیدا کرنا، ذرا مشکل فن ہے، لیکن مشتاق اس آزمائش میں کامیاب ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا افسانہ ''چتا جنک'' دیکھا جاسکتا ہے جو اڈوانی کی رتھ یاترا کے پس منظر سے ابھرتا ہوا ایک طنزیہ ہے لیکن پورے افسانے میں اس کا انکشاف، نہایت ڈرامائی انداز میں افسانے کے آخری صفحات میں بلکہ آخری سطروں میں ہوا ہے۔ اس طرح ان کا دو صفحاتی افسانہ ''حرامزادے'' بھی ڈرامائی طور پر فرقہ پرست اور زہر آلود پولیسیا ذہن کی نقاب کشائی کرتا ہے۔

یہ اچھی بات ہے کہ مشتاق کے افسانے، انفرادی سطح پر انہیں Establish کرتے ہیں اور قاری کے ساتھ ترسیل کا رشتہ بھی برقرار رکھتے ہیں۔ وہ کسی مخصوص نظریہ کی ترجمانی نہیں کرتے اور فیشن زدہ ابہام و اہمال یا ناقابل فہم علامتوں کو بھی بروئے کار نہیں لاتے۔ مشتاق اعظمی کا مولد، اگرچہ اعظم گڑھ (یوپی) ہے لیکن وہ مغربی بنگال (آسنسول) میں برسرکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنگال کے مختلف رنگ ان کے افسانوں میں اپنی جھلکیاں دکھاتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے موضوعات، علاقائی حد بندی کے شکار ہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان کا اظہار، بنگال کے حوالے سے ہوا ہے۔ اس قسم کے افسانوں میں ''نیوز'' بھیگی ہوئی سگریٹ'' اور ''نامہرباں'' وغیرہ کا بطور خاص ذکر کیا جاسکتا ہے۔

مشتاق اعظمی ایک کالج میں پروفیسر ہیں۔ لہٰذا تعلیمی نظام کی خرابیوں کے ساتھ آج کے تدریسی عملوں کی بدعنوانیاں بھی ان پر اظہر من الشمس ہیں وہ دن ہوا ہوئے جب پروفیسر حضرات باکردار ہوتے تھے اور سماج میں ان کی شخصیتوں کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا تھا۔ مشتاق کا افسانہ ''رول نمبر ۴۷'' حالانکہ خوشامد پسند پروفیسروں پر گہرا طنز ہے لیکن درحقیقت یہ ایک سماجی تعلیمی المیہ ہے جس کا احساس فنکار کے ساتھ ایک حساس قاری کو بھی ہوتا ہے۔ اس افسانے کی روشنی میں مشتاق اعظمی ایک بے باک حقیقت نگار کے بطور سامنے آئے ہیں جو اپنے ہم پیشہ کو بھی نہیں بخشتے۔

مشتاق اعظمی کا فن ''مختصر'' افسانوں سے زیادہ ''مختصر ترین'' افسانوں میں نکھر کر سامنے آیا ہے۔ بنیادی طور پر وہ افسانوں میں فکری جہت کے قائل نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کی فکر، ایک دو صفحہ میں فن کا روپ لے کر

سامنے آئے اور اپنی اس کوشش میں وہ بہت حد تک کامیاب ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مشتاق کی حقیقت نگاری، ان کی فنکارانہ جادو بیانی کے ساتھ اس طرح دست و گریباں ہے کہ ان کی فکر میں ان کا فن اور ان کے فن میں ان کی فکر بولتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

مشتاق اعظمی کے کردار، حالانکہ لازوال نہیں ہیں لیکن وہ زوال پذیر معاشرے کی ترجمانی خوب کرتے ہیں اور یہی دراصل افسانہ نگار کا مقصد بھی ہے جو ان کے فن کو Naturality سے قریب تر کرتا ہے۔ مشتاق اعظمی کا مستقبل محفوظ ہے کہ ان کے ہاں روشن تر امکانات دکھائی دیتے ہیں۔ ◀◀

مبصر کا پتہ: شعبہ اردو و فارسی، ایم ایس کالج، موتیہاری، ضلع مشرقی چمپارن (بہار)

شگوفۂ خیال

تبصرہ: ڈاکٹر محمد مظاہر الحق

نام کتاب: شگوفہ خیال (انشائیہ)   مصنف: ڈاکٹر کوثر اعظم
صفحات: ۱۲۰   قیمت: -/۹۵ روپے
ناشر: کتاب منزل، سبزی باغ، پٹنہ ۸۰۰۰۰۴

اردو شاعری میں جہاں غزل کی مقبولیت اس کی بے ربطی میں مضمر ہے وہیں انشائیہ اپنے غیر مربوط ہونے کی وجہ سے نثری صنف میں مقبول ہوا۔ یہ اور بات ہے کہ ادب میں انشائیہ کی عمر کچھ خاص نہیں ہے۔ شاعری ان معنوں میں خوش قسمت ضروری ہے کہ اسے ہر دور میں نئے نئے شاعروں کی ذہنی اور فکری ترنگیں میسر رہیں۔ جنہوں نے اس کے دامن کو مالا مال کیا۔ اس کے برخلاف انشائیہ نگاروں کی تعداد کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ایسے حالات میں ڈاکٹر محمد کوثر اعظم کا انشائیہ تحریر کرنا ایک خوش آئند بات ہے۔

ڈاکٹر محمد کوثر اعظم ایک عرصہ سے انشائیہ لکھ رہے ہیں اور ان کے انشائیے مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جب ان کے سولہ انشائیے یکجا ہوئے تو ''شگوفہ خیال'' معرض وجود میں آیا۔ اس کتاب میں غیر مطبوعہ انشائیہ بھی شامل ہیں۔

ڈاکٹر محمد کوثر اعظم کو بات سے بات پیدا کرنے میں مہارت حاصل ہے جو ایک اچھے انشائیہ نگار کی پہچان ہے۔ ان کی باتیں طبیعت پر ناگوار نہیں گزرتیں بلکہ قاری کی معلومات میں اضافہ کا سبب بنتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں برائیوں نے اپنی جڑیں ایسی مستحکم کرلی ہیں کہ اب خدا کا گھر بھی محفوظ نہیں رہا۔ ڈاکٹر محمد کوثر اعظم نے جب یہ حرکت دیکھی تو اس کی نشاندہی ضروری سمجھی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں قلم کار عام انسان سے مختلف نظر آتا ہے۔ عام طور سے لوگ مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے جاتے ہیں مگر بعض لوگ چپل اور جوتے چرانے کی نیت سے جاتے ہیں۔ ''چپل چور'' کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ڈاکٹر محمد کوثر اعظم کو انسانی نفسیات کا اچھا علم ہے۔

جب مصنف کی خود اپنی چپل چوری ہو جاتی ہے اور وہ اسے ادھر ادھر تلاش کرتا ہے، جہاں چپلوں کی ریل پیل میں اپنی چپل پہچاننا کوئی آسان کام نہیں۔ وہیں جن لوگوں کی چپلیں پہلے چوری ہو چکی تھیں ان کا پیشہ ور چور سمجھنا انسانی نفسیات کے عین مطابق ہے۔ ملاحظہ ہو:

''میں اپنی چپل کی تلاش میں پریشان مرثیہ خواں تھا تو دوسری طرف لوگ مجھے شک کی نظروں سے گھور رہے تھے کہ شاید

بھی وہ (پیشہ ور چپل چور) تو نہیں۔"

ڈاکٹر آدم شیخ نے انشائیہ کے موضوع کے متعلق ایک جگہ لکھا ہے کہ "کائنات کی حقیر ترین یا اعلیٰ شئے اس کا موضوع بن سکتی ہے۔" "شگوفہ خیال" کا مطالعہ کرنے پر ہمیں مذکورہ خوبی صاف نظر آتی ہے۔ "کوا" جیسا حقیر پرندہ پر انشائیہ لکھ کر ڈاکٹر محمد کوثر اعظم خواجہ حسن نظامی کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں کیوں کہ موخر الذکر نے مکھی، مچھر، الو، جھینگر کو انشایئے کا موضوع بنایا تھا۔ "کوا" میں مصنف نے کوے کے متعلق جو ضرب الامثال اکٹھا کی ہیں اس سے ان کی وسعت نظر اور گہرے مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

ڈاکٹر محمد کوثر اعظم کا انداز اور اسلوب شگفتہ ہے۔ ان کی باتیں دلچسپ اور پر لطف ہوتی ہیں۔ ان کے انشایئے جہاں ان کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہیں وہیں قاری کے لیے دلچسپی اور معلومات کا سامان بھی مہیا کرتے ہیں۔ طباعت اور کاغذ صاف، گیٹ اپ دیدہ زیب اور قیمت مناسب ہے۔□□

مبصر کا پتہ: معرفت کتاب منزل، سبزی باغ، پٹنہ۔800004

سوادشام سے پہلے

تبصرہ: غلام مرتضیٰ راہی

کتاب: سوادشام سے پہلے (شعری مجموعہ) کلام: نگار سجاد ظہیر
صفحات: ۱۳۶، قیمت: ۱۵۰/- روپے (پاکستانی)
ناشر: ادارہ قرطاس، پوسٹ بکس نمبر ۸۴۵۳، کراچی یونیورسٹی، کراچی ۷۵۲۷۰

نگار کی نظموں اور غزلوں میں ایک مستقل تڑپ، کسک، دردمندی اور نشتریت کی زیریں لہر قاری کو مضطرب کیے رہتی ہے۔ نظموں میں بالخصوص فطرت ___ پھر سے مجھے زندہ کردو ___ زنجیر ___ قرض ___ ادھوار منظر ___ وقت مرہم نہیں ___ ہم تم ساتھ رہتے ہیں ___ گھاٹے کا سودا ___ کچا مکان اور تیز بارش اور مرا سب کچھ تمہارا ہے ___ میں فرد کا باطن بھی نقاب کشا ہوا ہے اور روح عصر بھی رونق ہوئی ہے، محسوس ہوتا ہے کہ شاعرہ نے زمانے کا گیرائی و گہرائی سے مطالعہ و مشاہدہ کیا ہے۔ ان نظموں میں زیریں حقائق تک رسائی حاصل کرنے کی مسلسل کوشش نظر آتی ہے۔ جو تخلیقیت کی اصل غایت بھی ہے۔ ان نظموں میں تخلیقی صلاحیت اور قدرت سے بھرپور ذہن کی کارفرمائی ہے۔ ان میں فرد کی شکست و ریخت تو ہے مگر اس بکھراؤ میں نئی تجسیم کاری اور تشکیل نو کا عمل بھی ہے، ایک ذہین، دراک، متجسس اور متفکر عورت اپنے اصل جسم و روح، حسن و زیبائی، رمز و ایماء، تجربوں اور مشاہدوں اور تہذیبی و معاشرتی تحفظات (Reservations) کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہے۔ ان نظموں میں روز مرہ کی میکانکی، یک رنگ اور تھکا دینے والے معمولات زندگی کا خوش گوار حزنیہ ہے۔ جس میں حرماں اور درماندگی کے شعری اظہار میں نہ تو شدت (Intensity) ہے اور نہ ہی مایوسی (Frustration) ہے۔ کہیں کہیں جنسی ہیئت کی آنچ بھی ہے مگر ابتذال اور فرسودگی سے پاک وصاف۔

نظموں کی طرح "سوادشام سے پہلے" کی غزلیں بھی سچائی اور حسن کی شاہد ہیں۔ ان میں دروں بینی، تجسس، عصری آگہی، گداختگی، شعری باطن میں رچے بسے محسوسات اور روحانی تجربے اور فکر و اسلوب کا فطری امتزاج، نگار کی انفرادی تشخص کا پتہ دیتے ہیں، ایک Demarcational line کئی معنوں میں ان کو اپنی ہم عصر شاعرات سے علیحدہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ دماغ کی جودت، روح کی قوت اور شعریت سے بھرپور "سوادشام سے پہلے" کے چند اشعار بطور نمونہ

پیش ہیں:

پہلے روز و شب تری یادوں میں ہوتے تھے بسر
اب مگر دھندلا گیا منظر تری تصویر کا
☆☆
رضا کے پھول، وفا کے چراغ روشن ہوں
جگر فراش قناعت کے دکھ اٹھائے چلو
☆☆
سو سو طرح سے کیوں نہ لکھوں داستان دل
جینے کا اک یہی ہے بہانہ ترے بغیر
☆☆
دن تازہ امیدوں کی دنیا میں گزاریں گے
اے عالم حسرت کے ایام خدا حافظ
☆☆
تابکے خاموشیوں کی قبر میں
تابکے تنہا میں دیواروں کے بیچ
☆☆
عالم نزع ہم پہ طاری ہے
تم کو جانے کی بیقراری ہے
☆☆
سن رہے ہیں جنس کی صورت بکے گا عشق کل
آیئے ہم آج کاروبار کی باتیں کریں
☆☆
کیا بات ہو جو مجھ پہ یوں ہی مہرباں رہو
جب تیز ہو تپش تو مرے سائباں رہو
☆☆
شعلہ زن رہ اے چراغ رہ گزر
تیرگی کے خون سے کانپا نہ کر
☆☆
اے ظلمتو! آؤ تم بھی آؤ
جو شب نہ ہو تو سحر نہ ہوگی
☆☆
ایسا بھی کیا کہ بزم سے اٹھنا بھی ہو محال
اس درجہ کیوں ہیں مجھ پہ عنایات ساقیا
☆☆
ہر چند زمانے کی نہیں شورشیں مجھ سے
میں آئی تو ساتھ آئی قیامت سوئے مقتل

"سوادشام سے پہلے" کے یہ اور اسی قبیل کے بہت سے اشعار ایک نئے رنگ و آہنگ اور جداگانہ لہجے کا اشاریہ ہیں۔ میں اس مجموعے کا خیر مقدم کرتا ہوں۔□□

مبصر کا پتہ: 135 پانی، فتحپور، 212601 یوپی۔

طاہر تلہری: شخص اور شاعر

تبصرہ: ساحل احمد

نام کتاب: طاہر تلہری: شخص اور شاعر مرتب: ڈاکٹر تابش مہدی
صفحات: ۱۶۰، قیمت: ۲۰۰/- روپے، اشاعت: ۲۰۰۱ء
ناشر: G-5، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

ڈاکٹر تابش مہدی نے طاہر تلہری کی شخصیت اور شعری جہت کے تعلق سے جو مضامین یکجا کر دیے ہیں وہ صرف قیمتی ہی نہیں بلکہ ان کی اعانت سے طاہر صاحب کی ایک شبیہ منور ہو جاتی ہے۔ جناب رباب رشیدی نے رفیق دیرینہ اور

ڈاکٹر محمد اسلم نے شخصیت اور شاعری کے توسط سے ان کی فکری جہت کا جو گراف کھینچا ہے وہ گراف یقینی طور پر ان کی شاعرانہ فرزانگی کو ہی نہیں پروانگی کو بھی آئینہ کر دیتا ہے۔ آئینہ کر دینے کے اس عمل سے فکر و معنی کی ہر خفی و جلی سطح وضوح ہو جاتی ہے۔ وضوح گیری کا یہ طریق کار طاہر صاحب کی غزلوں کا وصف خصوص ہے۔ اسی طرح دوسرے مضامین کی اعانت سے طاہر صاحب کا منصب شعری متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ مثلاً

شعر کی تمام جمالیاتی قدریں جلوہ گر نظر آتی ہیں ـــــ تابش مہدی

وہ غزل میں سادگی کے قائل ہیں اور لہجہ کو اہمیت دیتے ہیں ـــــ پروفیسر انور صدیقی

طاہر صاحب اندوہ والم کے نرغے میں بھی نشاط زیست کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیتے ہیں ـــــ ڈاکٹر مسعود ہاشمی

ان کے کلام میں جا بجا اندوہناک کیفیت نمایاں نظر آتی ہے ـــــ ڈاکٹر توقیر احمد خاں

لہجے میں اعتماد اور انوکھا پن ملتا ہے ـــــ ابرار کرتپوری

ان کی غزل کی زبان سادہ اور عام فہم ہوتی ہے ـــــ ڈاکٹر جلال انجم

طاہر کی وفاداری غزل کی روایت کے ساتھ ہے۔ وہ نہ تو ترقی پسند ہیں نہ جدید ـــــ ڈاکٹر ممتاز الحق

قطعوں میں جوش بیان، رمزیت، اور حسن ادا کا والہانہ امتزاج پیدا کر دیا ہے۔ ـــــ سید امتیاز احمد

طاہر تلہری کے محبوب کو ہر شخص اپنانا چاہے گا ـــــ ماجد دیوبندی

ان کا عزم کہیں ٹوٹتا اور بکھرتا دکھائی نہیں دیتا ـــــ معین شاداب

غزل کی زلفوں کو سنوارا، رباعیوں کا حسن نکھارا ـــــ پروفیسر ظفر احمد نظامی

اشعار اپنے اندر استفہام کی کئی سطحیں رکھتے ہیں ـــــ قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی

ان کے اشعار دل سے نکلتے اور دل میں اتر جاتے ہیں ـــــ ابوالمجاہد زاہد

کہیں نعرے بازی یا وعظ و خطابت کا شائبہ نہیں نظر آتا ـــــ پرواز رحمانی

پتھر کا بہت زیادہ استعمال اور استعارہ قابل غور ہے ـــــ ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی

انہوں نے بعض قرآنی آیات کو بھی خوبصورت شعری پیکر میں ڈھالا ہے ـــــ سید منور حسین کمال

موضوعات کا حیرت انگیز تنوع نظر آتا ہے ـــــ ڈاکٹر سید اقبال احمد

جگہ جگہ خود شناسی کی مثالیں ملتی ہیں ـــــ شاداب ذکی

اردو الفاظ کے ساتھ ساتھ ہندی الفاظ بھی ملتے ہیں ـــــ عبدالرحمٰن شاکر

انہوں نے شعر کی متعدد اصناف میں طبع آزمائی کی ہے ـــــ خالد ولایت عمری

ان آراء کی مثالیں دینے کا مقصود یہی تھا کہ طاہر صاحب کی اور ان کی شعری جہت مصور ہو سکے۔ تابش مہدی کے اس کام سے توقع ہے اور بھی قیمتی کام اشاعتی مرحلہ طے کر سکیں گے۔ اردو ادب کا دائرہ اسی طرح کے کاموں سے وسیع ہوتا ہے یہ ایک کتاب نہیں بلکہ "دعوت" ہے۔ ☐☐

"اردو بک ریویو"

اردو کی حقیقی ترقی کا ترجمان ہے۔ اس کی حیات کے لیے مالی وسائل کی شدید ضرورت ہے

براہ کرم اس کی سرپرستی فرمائیں

Contact: **Editor, Urdu Book Review, New Delhi-2 Ph: 3289268**

صنم کدہ

تبصرہ: ساحل احمد

نام کتاب: صنم کدہ (شعری مجموعہ)	مصنف: آزر نعمانی	اشاعت: ۲۰۰۰ء
صفحات: ۱۲۵	قیمت: ۱۵۰/- روپے	
ناشر: مصنف: باموڑی ٹولہ، خسرو باغ روڈ، رام پور (یوپی)		

ہوش نعمانی کی تقریظ، جناب ابو سعید اصلاحی، ڈاکٹر ظل ہما اور ڈاکٹر جاوید یمی کے مضامین، ندا نوگانوی، عتیق جیلانی سالک، شعیب انجم، ناظمہ بی، عبداللہ خالد، مرزا راشد کے تاثرات (یا اقتباسات) اور خود شاعر کی گفتگو شامل کتاب ہیں۔ سرورق کے صفحہ پشت پر جناب وقار الحسن صدیقی (سابق ڈائرکٹر آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا) کا یہ عنوان "آزر نعمانی کی تحریر" آزر کی شعری جہت کا اشاریہ بھی اور دعائیہ ثمر بھی۔ اسی طرح آزر صاحب کی خود گفتگو ان کی اپنی تگ و دو اور کوششوں کو آئینہ کرتی ہے۔ انہوں نے بڑی محنت و جاں فشانی سے زندگی میں رنگ بھرنے کی سعی کی۔ اسی کوشش اور عملی تحرک نے ان کی شاعرانہ گرفتگی کو پر و بال دیے۔ نتیجتاً ان کی غزلوں میں جمالیاتی شگفتگی کے ساتھ ساتھ زمانہ شناسی کے بھی تیور موجود ہیں۔ انہوں نے وقت اور معاشرے کو نگہ باطن سے بھی دیکھا اور جو محسوس کیا اسے اپنی زندگی کا حصہ بنا لیا۔ غرض کہ ان کی غزلیہ شاعری تگ و دو اور لطافت و رعنائی کے اشتراک باہم کی اچھی مثال ہے۔ اشعار میں جذبے کی حرارت، دوستی کی مہک، سچائی کی شر رینی اور خیال کی نم دیدہ اصالت کو ہنر گویائی سے نسبت دینا موجد صداقت ہے۔

کسی نے جیت لی دنیا عمل سے
کسی نے صرف منصوبہ بنایا

سبب کچھ اور ہوگا مکانوں کے اجڑنے کا
ذرا سی بات پر ہنگامہ آرائی نہیں ہوتی

ہم سے پوچھو تم کسی سے دور رہنے کا مزا
قربتوں کی کیا حقیقت فاصلوں کے سامنے

میں اپنے بارے میں خود سوچ لوں گا
ضرورت اب نہیں مجھ کو کسی کی

وہ بتائے گا راستوں کا مزاج
جس کی تقدیر میں سفر ہیں بہت

آؤ مل بیٹھ کے طے کرلیں مسائل اپنے
یہ شب و روز کے جھگڑے نہیں اچھے لگتے

ہمارے ساتھ چلو تو یہ سوچ کر چلنا
سفر طویل ہے لمحوں میں طے نہیں ہوتا

پتہ: معرفت اردو بک ریویو، 1739/3 نیو کورہ نور ہوٹل، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔2

اردو کا حوالہ جاتی مجلہ **عالمی اردو ادب**

حبیب جالب، دیویندر اسر اور احمد ندیم قاسمی پر خصوصی نمبر کے بعد

ترقی پسند تحریک کے سالار قافلہ علی سردار جعفری پر ایک خاص نمبر

قیمت: =/250 **رابطہ:** پبلشرز اینڈ ایڈورٹائزرس، J-6، کرشن نگر، دہلی۔ 110051

انگریزی کتاب

تعارف و تجزیہ

تبصرہ: سلیم منصور خالد

Searching for Solace

Biography of Abdullah Yusuf Ali

By A.M. Shareef pages:314 Price: درج نہیں

Publisher: Islamic Research Institute, Faisal Masjid, Islamabad, Pakistan

عبداللہ یوسف علی، برعظیم کے ان قابل قدر افراد میں سے تھے جنہوں نے اسلام کا پیغام پھیلانے کے لیے ٹھوس بنیادوں پر کام کیا۔ ان کے کارنامہ حیات سے آگاہی کے لیے یہ ایک قیمتی کتاب ہے جس میں فاضل محقق نے عبداللہ یوسف علی کے لیے ہمدردانہ جذبات رکھنے کے باوجود، حقائق سے چشم پوشی یا بے جا تاویل و استدلال سے کام نہیں لیا۔

عبداللہ یوسف علی ۱۴ اپریل ۱۸۷۲ء کو سورت (گجرات) کے داؤدی بوہرہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد، برطانوی پولیس کے سابق افسر تھے۔ عبداللہ یوسف علی نے انجمن اسلام، ممبئی کے اسکول کے بعد عیسائی مشنری ادارے ولسنز اسکول میں تعلیم پائی۔ پھر ممبئی یونیورسٹی سے امتیازی پوزیشن کے ساتھ گریجویشن کی اور سینٹ جانز کالج، کیمبرج کے لیے وظیفہ پایا۔ ۱۸۹۴ء میں انہوں نے انڈین سول سروس کا امتحان پاس کیا۔ برطانوی سرکار کی یہ ملازمت ان کے علمی ذوق کی آبیاری میں رکاوٹ نہ بنی۔ انہوں نے تعلیم، تاریخ، ثقافت اور علوم دینیہ پر لکھنے کے لیے قلم اٹھایا اور بڑی کامیابی سے اپنے دائرۂ تحریر میں وسعت پیدا کی۔ اسی دوران برطانوی حکومت کے سفیر برائے ثقافتی امور کی حیثیت سے ترکی اور عرب دنیا کا دورہ کیا۔

عبداللہ یوسف علی کی شخصیت پہلو دار اور عجیب و غریب تھی...... ایک طرف وہ تاج برطانیہ کے نہایت وفادار تھے اور دوسری طرف انہی کے اقتدار میں مسلمانوں کی بھلائی اور فلاح کا خواب دیکھنے والوں میں سے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ”ترقی پسند اسلام، برطانوی استعمار کی قدم بہ قدم چل کر راستہ پا سکتا ہے۔“ (ص: ۸۳)۔ انہوں نے ۱۹۲۴ء میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو (پنجاب) کی ”جمعیت تنظیم“ سے وابستگی اختیار کی، جو تشدد پسند ہندو تحریک سنگٹھن کی جارحانہ سرگرمیوں کا توڑ کرنے کے لیے وجود میں آئی تھی (ص: ۷۷)۔ ایک مرحلے پر ریاست حیدر آباد، دکن میں وزارت کا قلم دان سنبھالا، پھر اچانک اسے بھی چھوڑ کر چل دیے۔ کتاب کے پانچویں باب ”جنیوا سے لاہور تک“ (ص: ۹۸-۱۱۸) میں بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ عبداللہ یوسف علی کن عزائم کے ساتھ اسلامیہ کالج لاہور سے وابستہ ہوئے اور کن حالات اور ارباب کالج کے متضاد رویوں کے باعث لاہور سے واپس گئے۔

کتاب کے ۱۰ ابواب عبداللہ یوسف علی کے مزاج، رجحان طبع، افکار، مہم جویانہ ذوق اور علمی پیش رفت کی رنگا رنگ تصویریں پیش کرتے ہیں۔ فاضل ممدوح کا زندہ رہنے والا کارنامہ، قرآن عظیم کی انگریزی تفسیر و ترجمہ ہے۔ مصنف کے خیال میں وہ اس بات پر پختہ یقین رکھتے تھے کہ سائنسی تحقیق و تفتیش، اپنی سچائی تک پہنچنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ تاہم اس باب میں ان کا رویہ سرسید جیسے مجرد عقل پرست {Crude rationalist} فرد جیسا نہیں تھا۔ (ص: ۱۷۹-۱۸۰)

اس تفسیر میں قرآنی متن کی تشریح کے لیے کئی مقامات پر تاویل و استدلال کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے، وہ مسلمہ اسلامی تعلیمات اور فکر سے ٹکراتا ہے (مثال کے طور پر: فرشتے، جنت، جن، ڈارون کے نظریہ ارتقا کی تائید وغیرہ)۔ عبداللہ یوسف

علی کا اصل علمی ورثہ یہی تفسیر ہے۔ مگر زیر نظر کتاب میں اس پر سیر حاصل بحث نہیں کی گئی۔ اس وجہ سے ایک گونہ تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ ضمیمہ نمبر ۱ میں مصنف نے نشان دہی کی ہے کہ اس انگریزی تفسیر کے کس کس ایڈیشن میں اصلاحات کی گئی ہیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ یوسف علی کا جو ترجمہ و تفسیر مارکیٹ میں موجود ہے، وہ مصنف کی رحلت کے بعد سے اب تک مختلف اصحاب کی اصلاح و تصحیح، کانٹ چھانٹ اور ترمیم و اضافہ شدہ شکل ہے۔ مگر افسوس اور تعجب یہ ہے کہ ترمیم و اضافہ کرنے والے افراد کے ناموں کو واضح نہیں کیا گیا۔ اس صورت واقعہ پر معروف اسلامی اسکالر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا یہ اعتراض بڑا وزنی ہے کہ: "مصنف کی مرضی کے بغیر اس کے متن میں ترمیم و تغیر کا یہ عمل ایک خطرناک رجحان کو پروان چڑھائے گا۔ اس کے بجائے ہونا یہ چاہئے کہ مصنف کے متن کو جوں کا توں رہنے دیا جائے اور اتفاق و اختلاف کو فٹ نوٹ کے ذریعے واضح کیا جائے۔" (ص: ۲۲۷)۔ بہر حال ۱۹۳۴ء کے بعد سے اصلاحات اور ترامیم کے مسلسل عمل سے گزرنے والی یہ انگریزی تفسیر مقبولیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ انگریزی زبان و ادب پر عبداللہ یوسف علی کی گرفت اور اسلوب بیان کی نیرنگی نے اسے کلاسیک (Classic) کا درجہ دے دیا ہے۔

اس معروف اسکالر کی عائلی زندگی تلخیوں سے عبارت تھی۔ چنانچہ لمبے عرصے تک تنہائی کا دکھ اٹھانے کے بعد وہ نہایت بے بسی و بیکسی اور کس مپرسی کے عالم میں سینٹ اسٹیفن ہسپتال (برطانیہ) میں ۸۱ برس کی عمر میں ۱۰ دسمبر ۱۹۵۳ء کو انتقال کر گئے۔ ایم اے شریف کا پیرایہ بیان بہت دلچسپ ہے اور انہوں نے اس تذکرے کو مصدقہ معلومات کے موتیوں سے سجایا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت پر ادارہ تحقیق اسلامی کے ڈائرکٹر جنرل ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری اور ان کے رفقاء مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ایسی کتابوں کی اشاعت سے اسلامی علوم کے ورثے تک رسائی کی راہیں کشادہ ہوں گی۔ □□

مبصر کا پتہ: معرفت ماہنامہ ترجمان القرآن، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور (پاکستان)

آہنگ آڈیو (AAHUNG AUDIO) کی تازہ پیشکش

□ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی چار تقریریں: ● سیرت حضرت محمد ﷺ ● اسلام میں انسانی حقوق ● ایک خدا ــــ ایک امت ● پر تشدد ماحول میں خطاب

□ مولانا محمد فاروق خاں کی ایک اہم تقریر: حضرت محمد ﷺ سب کے لیے...(ہندی)

□ کلام شاعر۔ بہ زبان شاعر   از: حفیظ میرٹھی

(لندن میں رکارڈ کئے گئے منتخب کلام) قیمت: فی کیسٹ 35.00

ڈاکٹر حافظ محمد ابراہیم سورتی کی معروف کتاب

قرآنی عربی

کے مطالعہ کے وقت ۹۰ منٹ کے دو آڈیو کیسٹ سے قرآنی عربی سیکھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

دو کیسٹ کی قیمت =/130 روپے

تاجر حضرات کے لیے خصوصی ڈسکاؤنٹ

آج ہی رابطہ قائم کریں۔ آہنگ آڈیو جلد ہی آپ کے لیے کچھ مزید نئی چیزیں پیش کرے گا۔

Contact: Applied Publications Pvt.Ltd.
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel, Pataudi House,
Darya Ganj, New Delhi-110002 Ph: 3289268

تعارف و تبصرہ

کتاب النکاح

مصنف: ابوالعزم، صفحات: ۱۱۱، قیمت: -/۳۰ روپے

ناشر: ابوالعزم، تقسیم کار: نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی، گلی قاسم جان، بلی ماران، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

مبصر: سالک دھامپوری

نکاح رسول کریم ﷺ کی سنت ہے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "النکاح من سنتی" نکاح میری سنت ہے۔ اسلام سے قبل عورت مرد کے آزادانہ تعلقات کا رواج تھا، عورت کی کوئی اہمیت نہ تھی ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے۔ مغرب میں آج بھی عورت و مرد کے آزادانہ تعلقات کا رواج ہے اور اس آزادروی کی وہاں کے لوگوں کو بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے۔ آزادانہ جنسی میل ملاپ کی وجہ سے ہزاروں ناجائز بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اسلام نے عورت اور مرد کے آپسی تعلقات کے لیے ایک قاعدہ مقرر کیا جس کو نکاح کا نام دیا گیا۔ نکاح ایک انسان کو بے لگام ہونے سے محفوظ کرتا ہے۔

اس کتاب میں نکاح کے بارے میں نہایت تفصیل کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے۔ یہ کتاب مندرجہ ذیل اہم موضوعات پر مبنی ہے۔ نکاح، اصول نکاح، مسنون نکاح کی شرائط اور زوجین کے اصول حیات۔

نکاح کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں طلاق، اس کی قسمیں، خلع، عدت وغیرہ کے بارے میں بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ نکاح کے موضوع پر یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ جن نوجوانوں کی ابھی شادی نہیں ہوئی ان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ ◆◆

تبرّج (میک اپ کے حدود)

مصنف: ابوالعزم، صفحات: ۳۲، قیمت: -/۱۵ روپے

ناشر: ابوالعزم، تقسیم کار: نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی، گلی قاسم جان، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

مبصر: سالک دھامپوری

اپنے موضوع کی اچھوتی کتاب ہے۔ زمانہ جس تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کر رہا ہے اس کے ساتھ ہی معاشرہ میں تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ اس کتاب میں نہایت سہل انداز سے مسلم خواتین کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں میک اپ کی حدود متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ان خواتین کو اس انداز سے میک اپ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے جو ایک مسلمان عورت شریعت کی حدود میں رہ کر اپنے چہرے اور اپنے جسم کو بناؤ سنگار کر کے پر کشش اور دلکش بنا سکتی ہے۔ اس کتاب میں بے پردگی، آواز کرنے والے زیورات پہن کر باہر نکلنے، کریم پاؤڈر کے غلط اور بے جا استعمال اور سرخی و لپ اسٹک کے نقصانات کو واضح کر کے اس سے احتراز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ اس کتاب میں بڑی احتیاط کے ساتھ ان حدود کو پیش کیا گیا ہے جو ایک مومنہ اختیار کر کے اپنے شوہر کی نگاہ میں محبوب بن سکتی ہے۔

مجموعی اعتبار سے مسلمان خواتین خصوصاً جدید ذہن کی خواتین کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ◆◆

مبصر کا پتہ: E-35-B ابو الفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دھلی۔ 110025

تحریک اسلامی اور خواتین کا کردار

معنف: ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی، صفحات: ۲۴، قیمت: -/۱۰ روپے
ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵
مبصر: عبدالرحمٰن شاکر

ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی جماعت اسلامی ہند کے مفکر اور دانشور ہیں، جماعت اسلامی اور ملت اسلامیہ کے سامنے در پیش مشکلات و مسائل کے بارے میں سنجیدہ غور و فکر کرتے ہیں اور جدید دور کے تقاضوں کی روشنی میں اس کا حل بھی تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ماہنامہ ''زندگی نو'' میں اداریے کے طور پر لکھے گئے ان کے متعدد مقالے ایسے ہیں جن میں ملت اسلامیہ کو اصلاحی و تعمیری قدروں سے روشناس کرایا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتابچہ ''تحریک اسلامی اور خواتین کا کردار'' میں انہوں نے مسلم معاشرے میں خواتین کے کردار اور ان کے حقوق و اختیارات کے تحفظ سے بحث کی ہے۔ اسلامی معاشرے میں خواتین کے دائرہ کار کو گھریلو معاملات تک محدود کر دینا قرآن و سنت کی روح و مزاج کے خلاف ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی مثالی معاشرے کے قیام کے لیے خواتین کا کردار اہم ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ کے مطالعے سے ہمارے سامنے مدینہ کا وہ مثالی معاشرہ سامنے آجاتا ہے جس میں عورتیں تجارت و زراعت کے مشاغل سے دلچسپی کے ساتھ ساتھ اجتماعی اور معاشرتی امور و مسائل کے حل کے سلسلے میں بھی اپنے مشوروں سے نوازتی رہی ہیں۔

ڈاکٹر فریدی ازدواجی رسم و رواج میں بگاڑ اور فساد کی اصل وجہ قرآن و سنت کے اصولوں سے انحراف اور اس کی بنیادی تعلیمات و مقتضیات سے بے توجہی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اس موقع سے انہوں نے ایک اہم غلطی کی طرف بھی توجہ دلائی ہے جو دین دار حلقوں کی طرف سے اسلامی قوانین کی غلط تعبیر و تشریح کے نتیجے میں سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ صنف نازک کو انفرادی و اجتماعی معاملات اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے اہم فریضے سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ان حالات میں تحریک اسلامی پر ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنا قائدانہ کردار ادا کرے تاکہ اس قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکے۔ اسی طرح خواتین کو چاہیے کہ وہ تحریک اسلامی کی دینی و دعوتی سرگرمیوں میں مؤثر رول ادا کریں اور سماجی و معاشرتی خرابیوں کی اصلاح کے لیے کی جانے والی کوششوں اور سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ خواتین اپنے بچوں کی پرورش و پرداخت کے علاوہ ان کی تعلیم و تربیت کو اہم ذمے داری تصور کریں تاکہ ایک صالح اور پاکیزہ معاشرے کی تعمیر و تشکیل ممکن ہو سکے۔ ◆◆

مبصر کا پتہ: F-149/1، ابو الفضل انکلیو II (شاہین باغ) جامعہ نگر، نئی دھلی۔110025

التغابن ۴

(خصوصی شمارہ) مدیر: ابن اسمٰعیل، صفحات: ۲۰۸، قیمت: -/۵۰ روپے، جولائی تا دسمبر، ۲۰۰۱ء
رابطہ: التغابن، پنڈت بلڈنگ، مین چوک، سوپور کشمیر ۱۹۳۲۰۱
مبصر: عارف اقبال

''التغابن'' اپنے نام اور موضوع کے اعتبار سے ایک منفرد کتابی سلسلہ ہے۔ اس میں اسلامی علمی موضوعات پر تحقیقی مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ اردو میں اس طرح کے کتابی سلسلے کی کمی محسوس کی جاتی تھی۔ اس کے مدیر ابن اسمٰعیل نے اس کمی کو بہت حد تک پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

زیر نظر شمارہ میں پانچ عنوانات پر طویل تحقیقی مقالے ہیں۔ جن میں موضوع اور جعلی احادیث، فلسفہ ابن رشد، نظریہ انتظار مہدی، وجودیت اقبال اور وحدت الوجود شامل ہیں۔ ریناں کا مضمون فلسفہ ابن رشد قابل مطالعہ ہے اور معلومات میں اضافے کا باعث ہے۔ دیگر مضامین میں جس طرح کی بحث کی گئی ہے اور سوالات اٹھائے گئے ہیں گرچہ خاص پس منظر میں

یقینی طور پر مفید ہیں لیکن بہتر ہوتا کہ فی الوقت اس طرح کے موضوعات کو بنائے بحث بنانے کی بجائے ایسے موضوعات پر اہل علم کے تحقیقی مضامین شائع کیے جاتے جس کا راست تعلق موجودہ عالم اسلام سے ہو۔ کیوں کہ اتحاد فکر و نظر اور اتحاد امت کا تقاضا ہے کہ امت کے افراد کی آگاہی اور باخبری کے لیے ایسے علمی گوشے وا کیے جائیں جو راست موجودہ عالمی مسائل اور مستقبل کے عالم اسلام سے ہو۔ اس سے قبل چند شماروں میں بعض ایسے مضامین شائع بھی کیے گئے تھے۔ توقع ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا تاکہ امت اپنی موجودہ صورتحال سے کماحقہ آگاہ بھی ہو اور اپنے مسائل کو حل کرنے کی سمت میں تدابیر بھی اختیار کر سکے۔ ◆◆

سہ ماہی قصے ۴

(جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء) مدیر: انیس امروہوی، صفحات: ۲۲۴، قیمت -/۴۰ روپے، سالانہ -/۱۵۰ روپے
پتہ: دفتر قصے، 104/B، پاور منزل، آئی بلاک، لکشمی نگر، دہلی۔ ۱۱۰۰۹۲
مبصر: عارف اقبال

سہ ماہی قصے کا یہ چوتھا شمارہ اپنے رنگارنگی کے اعتبار سے خوب ہے۔ اس میں تاثرات، خصوصی مطالعہ، افسانے، شعری حصے، شخصیات، سیاست، نفسیات اور کتابوں پر تبصرے جیسے کالم شامل ہیں۔ زیر نظر شمارے کا اداریہ مختلف موضوعات پر مشتمل ہے۔ اداریہ کا پہلا حصہ دہشت گردی اور اسلام سے متعلق ہے۔ مدیر محترم نے اچھا تجزیہ کیا ہے اور امریکی جارحیت پر جو سوالات اٹھائے ہیں غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے یہ مجلّہ عمدہ ہے۔ تاہم اس میں بعض ایسے موضوعات پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے جو ادب سے ہٹ کر ہے۔ ''تعلیم میں زعفرانی ایجنڈا'' اچھا مضمون ہے۔ اسی طرح نفسیات کے تحت ٹیلی پیتھی پر ایک معلوماتی مضمون ہے۔ ادبی مجلّہ میں اس طرح کے موضوع کو شامل کرنا ایک خوش آئند علامت ہے۔ توقع ہے کہ اس مجلّہ کی پذیرائی کی جائے گی اور اردو سے تعلق رکھنے والے حضرات اسے خرید کر پڑھنا پسند کریں گے۔ ◆◆

فلاسفہ اپنے آئینہ خانے میں

معنف: شرجیل احمد خاں، صفحات: ۱۱۲، قیمت: -/۵۰ روپے
ناشر: 3، خدیجہ شرجیل، بھیکن پور، بھاگل پور (بہار)
مبصر: ڈاکٹر سید معصوم رضا

''فلاسفہ اپنے آئینہ خانے'' میں شرجیل احمد خاں کی ایک عمدہ نثری کوشش ہے جو بنیادی طور پر اردو تنقید کے زمرے میں آتی ہے جو ترجمہ اور تلخیص ہے لیکن اس کے مطالعہ سے اس کی تخلیقی صورت نکھر کر سامنے آتی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں موصوف نے سربرآوردہ فلسفی حضرات کے افکار کو سیدھے سادے انداز میں عام قاری تک پہنچانے کی کوشش کی ہے جس میں ڈیموکریٹس، جارجیاس، افلاطون، اور برکلے کے نظریات کو اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ برکلے اور ڈیکارٹ کے مکالموں کو بھی پر لطف انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مختصراً اس کتاب کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اردو ادب میں ایک عمدہ اضافہ ہے جو مختصراً اور پر اثر ہے۔ امید کہ یہ کتاب زبان و ادب اور تنقید و فلسفہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کے حلقوں میں مقبول ہوگی۔ ◆◆

تعمیری اردو ادب کا ترجمان سہ ماہی "جھان اردو" دربھنگہ
فی شمارہ: 10.00 روپے سالانہ: 40.00 روپے، خصوصی تعاون: 100.00 روپے
مدیر: ڈاکٹر مشتاق احمد، رابطہ: محلہ رحم گنج، دربھنگہ۔ 846004 (بہار) فون: 06272-33748

ایڈز (افسانوی مجموعہ) مصنف: خورشید حیات، صفحات: ۱۰۴، قیمت: -/۴۰ روپے

اشاعت: ۲۰۰۱ء ناشر: نغمہ حیات، برائے مکتبہ الحیات، نیو کریم گنج، گیا، بہار ۸۲۳۰۰۱

مبصر: ڈاکٹر سید معصوم رضا

جدید افسانہ نگاروں میں خورشید حیات کا نام قابل قدر ہے۔ ایڈز خورشید حیات کے تازہ ترین افسانوی مجموعہ کا نام ہے جس میں ''میں'' کے علاوہ پندرہ افسانے شامل ہیں۔ ان افسانوں میں عصری آگہی، مستقبل کی رہنمائی اور ماضی سے رشتہ داری کا احساس بخوبی ہوتا ہے۔ یعنی خورشید حیات کے افسانے گردوپیش کا محاسبہ بھی کرتے ہیں اور سماج و معاشرے کے فرسودہ حالات پر تبصرہ بھی جس کو پڑھ کر قاری ایک نئی منزل کی تلاش میں سرگرداں نظر آتا ہے اور اپنے ماضی حال اور مستقبل کے آئینے میں اپنے وجود کا احتساب کرتا ہے۔ خورشید حیات نے افسانوی تجربے بھی کیے ہیں اور افسانے کی نئی معنویت کی دریافت بھی۔ اس لیے ان کے تمام افسانے قاری کی دلچسپی کا باعث ہیں۔ امید کہ ایڈز ادبی شغف رکھنے والے حضرات کی توجہ کا مرکز بنے گا۔ ◆◆

قنطار مترجم رؤف خیر اشاعت: اپریل ۲۰۰۱ء ضخامت: ۱۱۲ صفحات، قیمت: -/۱۰۰ روپے

ناشر: خیری پبلی کیشنز، 9-10-202/19، رسالہ بازار، گولکنڈہ، حیدر آباد۔ ۵۰۰۰۰۸

مبصر: ڈاکٹر سید معصوم رضا

فارسی سے اردو کا تعلق بہت پرانا اور اٹوٹ ہے، رؤف خیر کی تازہ ترین تصنیف قنطار بھی فارسی منظومات سے اردو منظوم ترجمہ ہے۔ علامہ اقبال کے پیام مشرق میں شامل فارسی قطعات لالہ طور کو رؤف خیر نے اپنی شعری صلاحیت اور تخلیقی تجزیے کے ساتھ بہترین ترجمہ کی شکل میں پیش کیا ہے۔ منظوم ترجمہ کرنے والے شاعر کو جو دشواریاں پیش آتی ہیں اس کے مدنظر رؤف خیر نے ضرورتِ شعری کے تحت تھوڑی سی الٹ پھیر سے ترجمہ کو تخلیقی رنگ عطا کردیا ہے۔ قنطار میں دو نظم ''زبور عجم' اور تنہائی' کے علاوہ ۱۶۳ قطعات کے ترجمے شامل ہیں۔ جن کے مطالعہ سے شاعر مشرق علامہ اقبال کے فکر و فن اور فلسفے سے اردو قاری بخوبی لطف اندروز ہوتا ہے۔ رؤف خیر کی یہ کوشش قابل تحسین اور صد ستائش ہے۔ امید کہ یہ کتاب اقبالیات میں ایک بہترین اضافہ ثابت ہوگی۔ ◆◆

تمہارے نام (شعری مجموعہ) شاعرہ: نینا جوگن، اشاعت: ۲۰۰۰ء، صفحات: ۱۲۰، قیمت: -/۱۰۰ روپے

تقسیم کار: نرالی دنیا پبلی کیشنز، بازار دہلی گیٹ، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

مبصر: ڈاکٹر سید معصوم رضا

''تمہارے نام'' نینا جوگن کا تازہ شعری مجموعہ ہے جس میں نظمیں، گیت، آزاد غزلیں، غزلیں، ہائیکو اور ماہیے شامل ہیں۔ اس شعری مجموعے میں صرف تین غزلیں پابند شاعری سے تعلق رکھتی ہیں باقی تمام شعری کاوشیں آزاد شاعری کے زمرے میں آتی ہیں۔ نینا جوگن کی نظموں میں زندگی کا وسیع مشاہدہ ہے لیکن یہ نشیب و فراز زندگی کی ناکامی و نامرادی اور لذت دل کی ترجمانی کرتے ہیں۔ نینا جوگن کی شاعری میں نسوانیت بھی ہے اور شبنمی فضائیں بھی۔ داخلی جذبات و احساسات کی شاعرانہ ترجمانی بھی ان کی شاعری بالخصوص ان کی نظموں میں جابجا دکھائی دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو شعر

داستان دل تو ہے اک داستاں   لیکن اس کا سننے والا کون ہے

دل کی داستان اور محبت کی گرمی، محبوب سے شناسائی، محبوب سے شکایت اور اپنے معنوی دیوتا سے رفاقت کا احساس

غالب نظر آتا ہے۔ کتاب اپنے داخلی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے مسجع ہے۔ یہ کتاب شعری تجربے کی بہترین مثال ہے۔ ◆◆

ایک شعر کا عروضی تجزیہ مصنف: ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، اشاعت: ۲۰۰۰ء، صفحات: ۸۵، قیمت: -/۵۰ روپے

ناشر: مکتبہ کوہسار، برہ پورہ، بھاگل پور (بہار)

مبصر: ڈاکٹر سید معصوم رضا

عصری ادب پر نظر ڈالیں تو بسیار نویس ادیب، شاعر اور نقاد کی حیثیت سے ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کا شمار صف اول میں ہوگا۔ ایک شعر کا عروضی تجزیہ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی ایک جوابی تصنیف ہے جو ردعمل کے طور پر وجود میں آئی ہے موصوف کے ایک شعر

ہر سفر کے انجام سے پرے   ایک مہم کا آغاز توڑئے

زیر تبصرہ کتاب درج بالا شعر کو عروضی اعتبار سے بے وزن قرار دینے پر تبصرہ ہے جس میں جواب کے طور پر کرشن کمار طور، کمال احمد صدیقی، اقبال حسن، زار علامی اور مناظر عاشق ہرگانوی وغیرہ نے مراسلہ کے ذریعہ بحث و مباحثہ کا جو سلسلہ شروع کیا اس کو کتابی شکل عطا کردی ہے جس میں تفصیلی طور پر درج بالا شعر کے وزن سے بحث کی گئی ہے اردو شاعری میں عروضی اضافہ کے طور پر اس کتاب کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ امید کہ یہ کتاب بیش قیمت اور کارآمد ثابت ہوگی۔ ◆◆

مبصر کا پتہ: M-442A سیکٹر 23 راج نگر، غازی آباد، 201002 (یوپی)

نقوش و تاثرات مصنف: مولانا رضوان احمد ندوی، صفحات: ۷۷، قیمت: -/۲۵ روپے

ملنے کا پتہ: شکیل بک ڈپو، سبزی باغ پٹنہ ۴

مبصر: عبدالرافع

مولانا رضوان احمد صاحب ندوی ملک کے دینی، علمی و ادبی حلقوں کے لیے کسی تعارف کے محتاج نہیں، وہ پچھلے کئی برسوں سے امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ سے وابستہ ہیں اور اس کے ترجمان رسالہ ''نقیب'' کے معاون مدیر بھی ہیں، اس رسالے میں وہ پابندی کیساتھ لکھتے رہتے ہیں، اس کے علاوہ ملک کے دیگر رسائل و اخبارات میں بھی ان کے مضامین اکثر و بیشتر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے مضامین کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مذہب، سیاست، اور ادب پر ان کی گہری نظر ہے۔ موصوف بہت ہی سلجھا ہوا ذہن رکھتے ہیں، ان کی زبان بھی بڑی سادہ، مگر دل نشیں اور اس کے ساتھ عام فہم بھی ہوتی ہے۔ بلاشبہ یہ ان کی تحریر کی بڑی خوبی ہے۔

''نقوش و تاثرات'' مولانا موصوف کی دوسری کتاب ہے، اس کے پہلے بھی ''راہ عمل'' کے نام سے ان کے دینی مضامین کا ایک مجموعہ شائع ہوچکا ہے اور ماشاء اللہ دینی حلقوں میں اسے بہت پسند بھی کیا گیا۔ زیر مطالعہ کتاب ''نقوش و تاثرات'' دراصل چند مقتدر اور قابل احترام شخصیتوں کے سوانحی خاکوں پر مشتمل ہیں، جن میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ، قاضی اطہر مبارکپوری، قاری محمد صدیقؒ باندوی، مفتی محمد شفیعؒ وغیرہم، جیسی عظیم دینی و علمی شخصیتوں کے حالات زندگی پیش کیے گئے ہیں۔ جن میں اختصار تو ہے لیکن ان میں کوئی اہم بات چھوٹنے نہیں پائی ہے۔ مصنف نے بڑی محنت سے ان بزرگان دین کے حالات زندگی جمع کیے ہیں۔ اور انہیں بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو حق لگائے، آمین۔ امید ہے کہ ملک کے دینی و علمی حلقوں میں ان

کی اس کتاب کی بھی اچھی پذیرائی ہوگی۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد ◆◆

مبصر کا پتہ: مدیر "نقیب" پھلواری شریف، پٹنہ (بہار)

ہاں سکھی نا سکھی

مصنف: نور پیکر، صفحات: ۳۲، قیمت: دس روپے، اشاعت: ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: 22/21، کاویز گھاٹ، شیب پور، ہوڑہ۔ ۷۱۱۱۰۲

مبصر: عادل اسیر دہلوی

زیر نظر کتاب کہہ مکرنیوں کا مجموعہ ہے۔ یہ صنف سخن حضرت امیر خسرو کی ایجاد ہے۔ چند سال پہلے پاکستان کے معروف شاعر و ادیب شان الحق حقی صاحب نے کہہ مکرنیوں کا ایک مجموعہ "نذر خسرو" کے نام سے شائع کیا تھا جس میں کچھ پہیلیاں بھی تھیں۔ نور پیکر کے اس مجموعے کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہہ مکرنیاں بچوں کو مخاطب کر کے کہی ہیں جس میں وہ کامیاب ہیں۔ کہہ مکرنیوں کے اس مجموعے میں جناب علقمہ شبلی کی رائے بھی شامل ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"اگر نور پیکر سنجیدگی کے ساتھ اس صنف پر طبع آزمائی کرتے رہے تو یقین ہے کہ وہ اس کا حق بھی ادا کریں گے اور امیر خسرو کی روح بھی خوش ہوگی۔"

نور پیکر کی کہہ مکرنیاں پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ انہیں اس صنف سے خاص تعلق ہے۔ اگر وہ اس طرف توجہ کرتے ہیں تو اردو ادب کی اس کم یاب صنف میں اضافہ ہوگا۔ زبان و بیان کے لحاظ سے بھی یہ کہہ مکرنیاں پر کشش ہیں جنہیں پڑھ کر بچے ہی نہیں بڑے بھی لطف اندوز ہوں گے۔ کتابت اور طباعت کا معیار بھی اچھا ہے۔ امید ہے اردو حلقوں میں اس مجموعے کی پذیرائی ہوگی۔ ◆◆

مبصر کا پتہ: ملک بک ڈپو، 3212، ترکمان گیٹ، دہلی۔ 110006

□□

انگریزی میں ایک نئی کتاب

Education in Philosophical Perspective

By Dr. Zafar Alam Ph.D. (Education) Rs. 150.00 H.B.

The book has been designed to meet the need of B.Ed. students in the area of philosophy of education, but its scope is not limited as it deals with the meaning of education, the aims of education, the leading educational points of view and the education spirit of our country. It will also be found useful for general readers.

***Contact*: Applied Publications Pvt.Ltd.**

1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002

موضوعاتی فہرست

"نیا دور" لکھنؤ

(افسانہ، انشائیہ، خودنوشت سوانح، طنز و مزاح)

جنوری ۱۹۹۷ء تا دسمبر ۲۰۰۰ء

ایڈیٹر: سید امجد حسین، شاہ نواز قریشی

مرتب: محمد اطہر مسعود خاں (ریسرچ اسکالر)

مضمون نگار	عنوان	شمارہ	صفحات
اردو افسانے			
آفاق احمد	گلک	مارچ ۱۹۹۹ء	۴۰-۴۳
احمد یوسف	اخبار کا بائر	نومبر ۲۰۰۰ء	۳۸-۴۰
اقبال متین	قرقی	ستمبر ۲۰۰۰ء	۲۲-۲۳، ۲۷
اقبال مجید	مانو	فروری ۱۹۹۸ء	۳۷-۴۰
اقبال مجید	ذائقہ	ستمبر ۱۹۹۸ء	۲۹-۳۳
انور سعید، سید	مہوش	مارچ ۱۹۹۷ء	۳۹-۴۱
بشیشر پردیپ، ڈاکٹر	دل والے	جولائی ۱۹۹۷ء	۲۰-۲۳
بشیشر پردیپ، ڈاکٹر	بھرم	نومبر ۱۹۹۷ء	۳۶-۳۹
بشیشر پردیپ، ڈاکٹر	نہیں	ستمبر ۱۹۹۸ء	۳۴-۳۶
بشیشر پردیپ، ڈاکٹر	خوبصورت	جولائی ۱۹۹۹ء	۲۹-۳۱
بشیشر پردیپ، ڈاکٹر	یقین	فروری ۲۰۰۰ء	۳۳، ۳۶، ۴۱
بشیشر پردیپ، ڈاکٹر	آخری خواہش	اگست ۲۰۰۰ء	۳۶-۴۱
بنت مسعود	شاخ نہال غم	ستمبر ۱۹۹۷ء	۳۵-۴۱، ۴۸
تحسین عابدی	گھر اپنا اور دیس پرایا	دسمبر ۱۹۹۸ء	۳۵-۴۰، ۴۷
ترنم ریاض	ایجاد کی ماں	نومبر ۱۹۹۸ء	۲۱-۲۴
تسکین زیدی	شریف	نومبر ۲۰۰۰ء	۴۱-۴۲
جلال صدیقی	ادھورا لمحہ	نومبر ۱۹۹۹ء	۳۶-۳۸
حسین الحق	ہو بہو	اکتوبر ۱۹۹۷ء	۴۲-۴۳، ۴۸
خالد جاوید	شاید	دسمبر ۱۹۹۸ء	۳۰-۳۴
خان حشمت شاہین	فیس	اکتوبر ۲۰۰۰ء	۳۶-۳۷
خان عزمی ردولوی	بازگشت۔ خوشیوں کا	اپریل ۱۹۹۷ء	۳۷-۴۱-۴۸
رتن سنگھ	نیا سویرا	دسمبر ۱۹۹۷ء	۴۰-۴۲

رتن سنگھ	جھوٹی بھی اور سچی بھی	جنوری ۱۹۹۹ء	۱۱_۴۱،۳۷
رتن سنگھ	خطرہ	مارچ ۲۰۰۰ء	۲۵_۲۶،۴۰
رتن سنگھ	سوکھے پتے	دسمبر ۲۰۰۰ء	۳۶_۳۷،۳۵
رضا جعفری	تصویر	مئی ۱۹۹۹ء	۳۶
رضوان احمد	الوداع	مارچ ۱۹۹۸ء	۳۷_۴۰
رضوان ممتاز	بھاگ کر جائیں کہاں اب	جولائی ۱۹۹۹ء	۳۶_۳۹
رضوانہ سیف	بٹ جائیں گے	فروری ۱۹۹۹ء	۳۳_۳۴_۴۸
رضوانہ سیف	پلکٹری	مئی ۲۰۰۰ء	۳۳_۳۵
شام بارک پوری	حکایت میں شکایت	جولائی ۱۹۹۷ء	۲۴
شبنم رضوی	سلمٰی گھوڑا، ایک شام شمع حریت کے نام	اگست ۱۹۹۸ء	۶۲_۶۵
شبیر صدیقی، ڈاکٹر	دیوار	اکتوبر ۲۰۰۰ء	۳۸_۴۰
شعیب شمسی	ایک ہی وار میں	اگست ۱۹۹۹ء	۴۴_۴۶،۴۸
شکیل علائی	سرگوشیوں کا زہر	جولائی ۱۹۹۹ء	۳۴_۳۵
شمس الدین، پروفیسر حاجی	پیاسا تالاب	جون ۱۹۹۷ء	۳۹_۴۲
صابرہ حبیب، ڈاکٹر	بجلی آیا	ستمبر ۱۹۹۹ء	۳۸_۴۰
صابرہ حبیب، ڈاکٹر	بدھ بازار	نومبر ۱۹۹۹ء	۲۶_۲۹
صابرہ حبیب، ڈاکٹر	رشتے کا بھرم	ستمبر ۲۰۰۰ء	۳۶_۳۸،۴۰
عابد سہیل	نہ دھوپ، نہ سایہ	جون ۱۹۹۸ء	۱۳_۱۵،۱۹
عباس رضا نیر	امتحان	نومبر ۱۹۹۹ء	۳۹
عباس رضا نیر	آخری کارڈ	اپریل ۱۹۹۹ء	۳۷_۳۹
علیہ پروین	ہے وصل سے زیادہ مزا......	مئی ۱۹۹۷ء	۳۵_۳۹،۴۸
علیہ جعفری	ایسا کیوں ہوتا ہے؟	فروری ۱۹۹۸ء	۴۲_۴۴
محمد شمیم الاسلام	منشی جی	جنوری ۱۹۹۸ء	۴۲_۴۳
م۔ق۔خان	وہ دکان	اکتوبر ۱۹۹۸ء	۴۱_۴۳
م۔ق۔خان	نوشیرواں	جون ۲۰۰۰ء	۳۴_۳۰
م۔ک۔مہتاب	بازو کا درد	جنوری ۱۹۹۷ء	۲۸_۳۰
م۔م۔راجندر	محور	مئی ۱۹۹۸ء	۴۱_۴۲،۴۴
نسیم بن آسی	شوپور کی کنجی	فروری ۱۹۹۷ء	۳۸_۴۲
نسیم بن آسی	کالی گھاٹی میں کھلتی آنکھیں	جولائی ۱۹۹۸ء	۳۳_۳۷
نسیم بن آسی	کتنے چہرے، کتنی بار	فروری ۱۹۹۹ء	۲۹_۳۲
نسیم بن آسی	اجنبی آدمی کا ایڈوپیا	جنوری ۲۰۰۰ء	۳۸_۴۱،۴۷

انگریزی افسانے

جی۔ڈی۔موساپاں	آسودہ حالی	مارچ ۱۹۹۷ء	۲۶_۲۹
مترجم: احمد نسیم صدیقی، ڈاکٹر			
ڈی۔ایچ۔لارنس	ساحرہ	جون ۱۹۹۸ء	۳۷_۴۰
مترجم: احمد نسیم صدیقی، ڈاکٹر			

جاپانی افسانہ

ماتسوتا کوکابا گوچی، مترجم: محمد حسنین	گھنٹیاں	ستمبر ۱۹۹۹ء	۳۵_۳۷

روسی افسانہ

انٹین پاولوچ چیخوف	شرط	مئی ۱۹۹۹ء	۲۷_۳۱
مترجم: شہناز بیگم ثانی			

سنسکرت افسانے

پرمود بھارتیہ، ڈاکٹر	انعام	جولائی ۲۰۰۰ء	۱۷_۱۹،۲۴
مترجم، پرمود بھارتیہ، ڈاکٹر			
راجندر، مشرا ابھی راج ڈاکٹر	مراد بر آئی	اکتوبر ۱۹۹۹ء	۴۰_۴۱
مترجم احمد نسیم صدیقی، ڈاکٹر			

فارسی افسانہ

بابا مقدم	مردہ سانپ	جنوری ۱۹۹۸ء	۲۲_۲۸
مترجم، نیر مسعود، پروفیسر			
جمال میر صادقی	کنکریٹ کے انباروں کے ادھر	اپریل ۱۹۹۸ء	۲۷_۳۰،۴۳
مترجم: نیر مسعود پروفیسر			
منوچہر خسروشاہی	مرگ	مئی ۱۹۹۷ء	۲۷_۳۰
مترجم: نیر مسعود، پروفیسر			

مراٹھی افسانہ

جی۔اے۔کلکرنی	پاؤلا	مارچ ۱۹۹۸ء	۳۵_۳۶
مترجم: سلام بن رزاق			

ہندی افسانے

سراج خاں باطش	ندامت	مئی ۱۹۹۹ء	۳۳_۳۴
فنیشور ناتھ رینو، مترجم: بنت مسعود	پہلوان کی ڈھولک	نومبر ۱۹۹۸ء	۲۵_۲۹
فنیشور ناتھ، رینو، مترجم: فیاض رفعت	رسول مستری	اپریل ۲۰۰۰ء	۳۴_۳۹
مینا کول، ڈاکٹر، مترجم حیدر جعفری	سید پہاڑ	اپریل ۱۹۹۷ء	۴۲_۴۴

انشائیه

احتشام حسین ٹانڈوی، سید	جی حضور	ستمبر ۱۹۹۸ء	۴۰_۴۱
سلیم خاں ملیح آبادی	مکھی	جون ۱۹۹۸ء	۴۱_۴۳
ضیاء حسنی	کمزوری	مئی ۱۹۹۹ء	۴۰_۴۲
عابد سہیل	ماچس	اکتوبر ۲۰۰۰ء	۱۳_۱۵، ۴۰
عطیہ خان، ڈاکٹر	اولادِ نرینہ	جنوری ۱۹۹۷ء	۳۱_۳۲
محمد حسنین، پروفیسر سید	خبط وخرد	ستمبر ۱۹۹۹ء	۲۸_۳۱
منور رانا	صبح سے شام تلک صرف دھواں چھوڑتے ہیں	اپریل ۱۹۹۸ء	۴۱_۴۳

خود نوشت سوانح

اصغر علی انجینئر	جہد مسلسل ہے زندگی	جولائی ۱۹۹۷ء	۴_۷
بلراج کومل	سوانحی کوائف	دسمبر ۱۹۹۷ء	۹_۱۲، ۴۲
جوگندر پال (تصویر)	اعترافات	جون ۱۹۹۷ء	۱۱_۱۴
حامدی کشمیری، پروفیسر (تصویر)	میرا عہد رفتہ	جنوری ۱۹۹۷ء	۴_۹
راجندر بہادر موج	اپنی کہانی، اپنی زبانی	جنوری ۱۹۹۸ء	۱۶_۲۰، ۳۲
ضمیر حسن دہلوی، سید	میری کہانی، میری زبان	مئی ۱۹۹۷ء	۱۱_۱۴
عبدالمجیب سہالوی (تصویر)	وکالت سے صحافت تک	ستمبر ۱۹۹۷ء	۴_۸، ۲۴
کنور سین (تصویر)	میں ہوں اپنی شکست کی آواز	فروری ۱۹۹۷ء	۹_۱۰
نامی انصاری (تصویر)	خبر تحیر عشق سن......	اپریل ۱۹۹۷ء	۱۹_۲۳
یوسف ناظم (تصویر)	ایک ناگفتہ بہ آپ بیتی	اکتوبر ۱۹۹۷ء	۴_۱۶

طنز و مزاح

اسد رضا	کرشمہ زلف سفید کا	فروری ۱۹۹۹ء	۳۶_۳۷
اسد رضا	مرزا مشورہ	جون ۲۰۰۰ء	۳۶_۳۸
اقبال مجید	ڈاکٹر پھسائے	اپریل ۱۹۹۹ء	۲۰_۲۳
انجم شادماں	مرزا نوشہ اور کریلا	ستمبر ۲۰۰۰ء	۳۹_۴۰
فضل حسنین	مرض بڑھتا گیا	نومبر ۱۹۹۸ء	۴۰_۴۱
لئیق اختر فیض آبادی	حروف بولتے ہیں	مارچ ۱۹۹۹ء	۳۳_۳۷
محسن خاں	گربہ کشتن روز اول	مارچ ۱۹۹۸ء	۴۲_۴۴
محمد شمیم الاسلام	مسٹر انداز، ایک شمارہ شمع حریت کے نام	اگست ۱۹۹۸ء	۶۶_۶۷
منظر مہدی	شنو میاں شاعر ہوگئے	جنوری ۱۹۹۹ء	۳۸_۳۹، ۴۴

طنز و مزاح۔ هندی

شیام جی پنڈت مترجم: خالد احمد، سید براہ کرم نقل کرنے دیں		جولائی ۱۹۹۸ء	۴۱_۴۲

مرتب کا پتہ: غوث منزل، تالاب ملا ارم، رامپور، یوپی۔ 244901

وفیات Obituaries

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

جمعیۃ علمائے ہند کی ایک پریس ریلیز (مورخہ ۲۹ رنومبر) کے مطابق مدینہ منورہ میں برصغیر کے عظیم عالم دین مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کا انتقال ہوگیا۔ وہ تقریباً ۸۰ سال کے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۳۴۳ھ میں بلند شہر میں ہوئی تھی، ابتدائی تعلیم مدرسہ امدادیہ مراد آباد اور جامع مسجد علی گڑھ میں اور تکمیل تعلیم مشہور دینی درس گاہ مظاہر علوم سہارنپور میں ہوئی تھی۔ مرحوم مولانا بلند شہری نے حیات العلوم مراد آباد، دارالعلوم کراچی، کلکتہ، فیروز پور، جھرکہ کے مدرسوں میں درس نظامی کی اہم کتابوں کا درس دیا۔ ۲۵ سال سے مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ مرحوم کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

کہا جاتا ہے کہ مولانا بلند شہری کے سانحہ ارتحال سے علمی حلقے میں بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ وہ اردو عربی کی سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف تھے۔ درجنوں کتابوں کو دینی، مذہبی حلقے میں بے پناہ مقبولیت حاصل تھی۔ ۹ ضخیم جلدوں میں انوار البیان کے نام سے قرآن حکیم کی تفسیر کی۔ تحفۂ خواتین، مرنے کے بعد کیا ہوگا، اسلامی آداب، حقوق والدین، فضائل دعا، ازواج مطہرات، خدا کی جنت، کتاب الایمان، چھ باتیں، مسنون دعائیں، شرح اربعین، تحفۃ المسلمین، قادیانی چہرہ، فضائل توبہ و استغفار، کتاب الحج، وصیت اور میراث کے احکام، مسلم خواتین کے بیس سبق، وحدت اسلامی کے مطالبات، التوضیح الضروری لمسائل القدوری، رسول اللہ کی صاحبزادیاں جیسی درجنوں مقبول عام اور کثیر الاشاعت کتابیں مرحوم کی علمی یادگار ہیں۔ ان کے انتقال پر جمعیۃ علمائے ہند کے صدر مولانا سید اسعد مدنی اور مولانا مجاہد الاسلام قاسمی و دیگر اکابرین نے مولانا کے انتقال کو ملت اسلامیہ کا عظیم نقصان قرار دیا ہے۔■

(نوٹ: پریس ریلیز میں تاریخ وفات درج نہیں)

مفتی سید عبدالرحیم

ملک کے ممتاز عالم دین، صاحب درس وفتویٰ بزرگ مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاج پوری کا ۱۸ رنومبر ۲۰۰۱ء کو راندیر، گجرات میں انتقال ہوگیا۔ وہ ۹۸ برس کے تھے۔ مفتی صاحب کا ملک میں اور خصوصاً گجرات کے علماء میں بڑا بلند مقام تھا، احتیاط، تقویٰ وطہارت اور کتاب وسنت پر پابندی سے عمل کے لیے معروف تھے۔ مختلف قسم کے در پیش مسائل اور سوالات کا بہت محنت احتیاط اور ذمے داری سے جوابات دیتے تھے، ان کے دیے فتوؤں کا مجموعہ، فتاویٰ رحیمیہ کے نام سے دس جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

جمعیۃ علمائے ہند کے صدر مولانا سید اسعد مدنی اور مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ اور ملک کے دیگر حضرات نے مفتی صاحب مرحوم کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے ملت کے لیے ایک بڑا نقصان اور سانحہ قرار دیا ہے۔ اور ان کے متعلقین سے تعزیت کی ہے۔

مفتی صاحب گجرات کے نوساری مقام پر دسمبر ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے تھے۔ تکمیل تعلیم کے بعد بہت استقلال اور پابندی سے تاحیات فتویٰ نویسی اور دینی وملی کاموں میں بہت خاموشی سے مصروف رہے۔ ان کو نام و نمود سے بڑی نفرت تھی۔ جمعیۃ علمائے ہند اور دیوبند اور ان کے اکابر سے بڑا گہرا تعلق تھا وہ امارت شرعیہ ہند کی طرف سے صوبہ گجرات کے منتخب امیر شریعت بھی تھے۔ وہ عموماً فتویٰ تفصیل اور وضاحت سے دیتے تھے۔■

(بشکریہ: قومی آواز، نئی دہلی)

مولانا سید احمد ہاشمی

درویش صفت ملی وقومی رہنما مولانا سید احمد ہاشمی کا ۴ رنومبر ۲۰۰۱ء کو دہلی میں انتقال ہوگیا۔ مولانا مرحوم کے آباء واجداد کا وطن غازی پور تھا۔ ان کے والد حافظ محمد شفیع صاحب نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی تھی اور علامہ سید سلیمان ندوی کے ہم عصر اور ساتھی تھے۔

مولانا سید احمد ہاشمی ۱۸؍جنوری ۱۹۳۲ء کو کلکتہ میں پیدا ہوئے لیکن پرورش اور تربیت ان کے ننہال (دربھنگہ) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم غازی پور کے مشہور دینی درس گاہ مدرسہ دینیہ میں ہوئی۔ اس کے بعد کلکتہ کے مدرسہ عالیہ عربیہ سے ''ممتاز المحدثین'' کی ڈگری حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند سے ''دورۂ حدیث'' کی تکمیل کی اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے قریب ہوئے۔ دیوبند سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ دہلی میں رہے اور پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات دیے۔ ۱۹۶۴ء میں جمعیۃ علماء مغربی بنگال کے جنرل سکریٹری ہوئے۔ جب کلکتہ میں فساد پھوٹ پڑا تو انہوں نے بڑی جی داری سے حالات کا مقابلہ کیا ان کی خدمت کو دیکھ کر عوام نے ان کو ''مجاہد ملت ثانی'' کے لقب سے نوازا۔ کلکتہ سے انہوں نے ہفتہ وار اخبار ''ارمغان'' اور ''سچ بات'' جاری کیا۔ بعد کو حکومت مغربی بنگال نے ''ارمغان'' کے خلاف مقدمہ دائر کردیا اور اس کا ٹائٹل ضبط کرلیا گیا۔ ان کی تحریروں کو پڑھنے والے کہتے ہیں کہ اگر وہ صحافت کی دنیا آباد کرتے تو بڑے کامیاب صحافی ہوتے۔ ۱۹۶۵ء میں وہ جمعیۃ علماء ہند کی ایماء پر دہلی آگئے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ ۱۹۷۷ء میں انہیں دہلی وقف بورڈ کا چیئرمین بنایا گیا۔ وہ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۶ء تک دوبار راجیہ سبھا کے ممبر رہے۔ پہلی بار انہیں کانگریس نے بعد ازاں چرن سنگھ کی پارٹی لوک دل نے رکن پارلیمنٹ بنایا۔ وہ آل انڈیا مجلس مشاورت کے بانی ممبران میں سے تھے۔ ۱۹۸۵ء میں ضلع بستی اور ۱۹۹۱ء میں غازی پور سے لوک سبھا سیٹ کے لیے وہ کانگریس کے امیدوار ہوئے اور بہت معمولی ووٹ سے ہارے۔ سابق مرکزی وزیر سی۔کے جعفر شریف مولانا ہاشمی کے بہت قدرداں تھے۔ جب وہ ریلوے وزیر بنے تو مولانا ہاشمی کو مسافروں کی سہولتوں سے متعلق کمیٹی (PAC) کا ممبر اور پھر چیئرمین بنایا۔ انہوں نے متعدد پارلیمانی وفود کے ساتھ غیر ملکی دورے بھی کیے جن میں روس، چیکوسلواکیہ، یوگوسلاویہ، سعودی عرب اور کویت وغیرہ شامل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بڑے بڑے عہدوں اور منصب پر رہنے کے باوجود ان کی شان قلندرانہ تھی۔ توکل، استغنا، بے نیازی اور ایفائے عہد ان کا طرہ امتیاز تھا۔ سیاست کو انہوں نے طلب زر اور حصول منفعت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی شخصیت اور کردار سازی میں ان کے اساتذہ بانیان مدرسہ دینیہ مولانا عمر فاروق اور مولانا ابوالحسن صدیقی کا بڑا حصہ ہے۔ وہ بے حد سادہ، منکسر المزاج اور متواضع تھے۔ ان کے مہمان خانے میں ہندوستان بھر کے لوگ نظر آتے تھے، جن کو وہ کھانا بھی کھلاتے اور ان کا کام بھی کرتے تھے۔ مولانا کے دوستوں میں ان کے بچپن کے ساتھی عزیز الحسن کے علاوہ جناب چندر جیت یادو، بوہرہ فرقہ کے مذہبی پیشوا سیدنا برہان الدین اور ممبئی کی اہم سیاسی شخصیت جناب اے۔اے خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ■

ڈاکٹر خورشید احمد فارق

دہلی یونیورسٹی، شعبہ عربی کے سابق صدر، اسلامی اسکالر اور مصنف ڈاکٹر خورشید احمد فارق کا ۶؍دسمبر ۲۰۰۱ء کو انتقال ہوگیا۔ وہ ۱۹۱۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے تھے اور ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا محمود الحسن سے حاصل کی تھی جو اٹاوہ (یوپی) کے ایک انٹر کالج میں عربی، فارسی کے استاد تھے۔ وہ متعدد کتابوں کے مرتب تھے۔ اور عربی ادب پر ان کی گہری نظر تھی۔ انہوں نے بی۔اے، ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگریاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے لی تھیں۔ وہ دہلی یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے پروفیسر اور صدر شعبہ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تھے۔ ان کی خدمات جلیلہ کے سبب انہیں صدر جمہوریہ ہند نے ایوارڈ سے نوازا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی علمی کاموں کے لیے وقف کردی تھی۔ ان کے انتقال سے ایک علمی خلاء واقع

ہوگیا ہے۔

مرحوم خورشید احمد فارق کی مرتب کردہ کتابوں میں حضرت ابوبکر کے خطوط، حضرت عمرؓ کے خطوط، حضرت عثمان غنیؓ کے خطوط، خلافت راشدہ کا معاشی تجزیہ، عربی ادب میں قدیم ہندوستان، دسویں صدی عیسوی میں عالم اسلام، تاریخ ہند پر ایک نظر، تاریخ اسلام اور جائزے (۱۸ جلدیں) اہم شمار کی جاتی ہیں۔ عربی اور انگریزی میں بھی مرحوم کی متعدد شاہکار کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ مرحوم کی بعض کتابیں خود ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی شائع ہوئی تھیں، جن میں جائزے کی ۱۸ جلدیں شامل ہیں جن کی اشاعت مرحوم نے ذاتی صرفہ پر کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرحوم کی علمی شخصیت سے آخری ایام میں بھرپور استفادہ کرنے والے لوگ عنقا ہوگئے تھے۔

پروفیسر بشیر حسین

یونیورسٹی لاء کالج بنگلور کے سابق پرنسپل اور کرناٹک اسٹیٹ اقلیتی کمیشن کے سابق چیئرمین پروفیسر ایم۔ بشیر حسین کا ۱۶؍نومبر ۲۰۰۱ء کو (بروز جمعہ) صبح دس بجے بنگلور میں انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے تجمل حسین اور تفضل حسین اور ایک بیٹی تنویر جہاں شامل ہیں۔ مرحوم میشی گن یونیورسٹی (U.S.A.) کے اسکالر تھے نیز وقف تحقیقاتی کمیٹی کرناٹک کے چیئرمین، جل انڈیا موومنٹ کے ٹرسٹی، ایمنسٹی انٹرنیشنل انڈیا سکشن کے قومی نائب صدر، انسٹی ٹیوٹ آف ہیومن رائٹس کے ڈین اور الامین لاء کالج کے وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں وہ ایک بے باک قلم کار کی حیثیت سے معروف تھے اور حالات حاضرہ و قانونی امور پر ان کے مضامین اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

پروفیسر بشیر حسین ۶؍جون ۱۹۲۴ء کو کرناٹک کے چکمگلور ضلع میں موڈیگرہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ میسور یونیورسٹی سے بی۔اے اور ایم۔اے و ایل ایل بی کی ڈگریاں لکھنؤ یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ اس کے بعد ان کا تقرر میسور یونیورسٹی کے شعبہ سیاسیات میں ہوا۔ دریں اثنا فل برائٹ اسکالر کی حیثیت سے مشی گن یونیورسٹی میں قانون پڑھنے کے لیے گئے اور اے۔ایم کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں International Law Relations میں ہیگ اکادمی آف انٹرنیشنل لاء سے ڈپلوما حاصل کیا۔ امریکہ سے لوٹنے پر میسور یونیورسٹی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ بعد ازاں ۱۹۵۵ء سے گورنمنٹ لاء کالج، بنگلور کے شعبہ قانون میں مختلف عہدوں پر فائز رہتے ہوئے اس کالج کے پرنسپل ہوئے۔ اور اس عہدے سے ریٹائر ہونے کے بعد دیگر سماجی خدمات انجام دے رہے تھے۔

بشیر حسین مرحوم انجمن ترقی اردو، بنگلور کے صلاح کار اور قانونی مشیر کی حیثیت سے بے حد مفید خدمات انجام دیتے رہے۔ اردو کے ساتھ ناانصافی کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے سے بھی پیچھے نہ ہٹے۔

ان کے لکھے ہوئے تمام انگریزی مضامین ملک کے مختلف اخبارات و رسائل اردو میں بھی شائع ہوئے تھے۔ مرحوم کے مضامین کو کتابی شکل میں جناب عظیم الدین عظیم نے ترتیب دی ہے۔ کتاب کی اشاعت ادارہ ''اردو بک ریویو'' کے ذریعے پایہ تکمیل کو پہنچنے والی تھی کہ موصوف نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

(ادارہ)

زبیدہ خاتون

بھوپال کے ایک علمی خانوادے کی شخصیت محترمہ زبیدہ خاتون (اہلیہ کیپٹن اعجاز احمد) کا ۸۴ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ مرحومہ غالب کے شاگرد ابوالفضل دوراں عباس رفعت (ابن احمد یمنی مصنف تحفۃ الیمن) کی پڑپوتی، ممتاز تذکرہ نگار ابوالقاسم محتشم کی پوتی اور سید علی نقی منصب

دار کی صاحبزادی تھیں۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے ایک بھرا پرا خاندان چھوڑا ہے جس میں ان کے صاحبزادگان پروفیسر آفاق احمد، جناب قمر اشفاق (ایڈیٹر روزنامہ ندیم) اور جناب شفیق اعجاز شامل ہیں۔■

جہاں قدر چغتائی

مشہور و ممتاز طنز و مزاح نگار، نغمہ نگار اور ڈرامہ نگار اور سیفیہ کالج کے سبکدوش پرنسپل جہاں قدر چغتائی کا ۲۸ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو اچانک انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر تقریباً ۸۰ سال تھی۔ پسماندگان میں دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔

جہاں قدر چغتائی مرحوم کے جسد خاکی کو ۲۸ر ستمبر کی رات ہی بعد نماز عشاء سپرد خاک کیا گیا، ان کے سفر آخرت میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

انہوں نے بھوپال کے اسکولوں میں ڈرامہ اسٹیج کی داغ بیل ڈالی۔ انہیں بچوں کی لوری تخلیق کرنے میں مہارت حاصل تھی۔

ملنسار طبیعت اور متعدد خوبیوں کے مالک جہاں قدر چغتائی کی ادبی محفلوں میں شرکت کو باعث افتخار سمجھا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی رحلت سے ادب کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔

مرحوم جہاں قدر چغتائی معروف نغمہ نگار جاں نثار اختر مرحوم کے ہم زلف اور مدھیہ پردیش وقف بورڈ کے چیئرمین جسٹس اے جی قریشی کے سمدھی تھے۔■

(بشکریہ: ہماری زبان، نئی دہلی)

حمید الدین شاہد

اردو کے مشہور و ممتاز ادیب اور صحافی پروفیسر خواجہ حمید الدین شاہد کا ۲۲ر اکتوبر ۲۰۰۱ء کو شام پانچ بجے کراچی میں انتقال ہوگیا۔ تدفین کراچی میں عمل میں آئی۔ پسماندگان میں تین لڑکے ہیں جن میں دوست محی الدین اور بصارت علی الدین امریکہ میں مقیم ہیں جب کہ تیسرے فرزند ڈاکٹر خرم فیاض الدین کراچی میں ہیں۔ مرحوم ادارہ ادبیات اردو (حیدرآباد) کے ہر کام میں ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کے دست راست رہے۔ وہ ادارے کے ماہنامہ 'سب رس' کے مدیر بھی تھے۔ پاکستان منتقلی کے بعد بھی انہوں نے حیدرآباد اور ادارہ ادبیات اردو سے اپنی وابستگی کی یاد اس طرح باقی رکھی کہ اپنے گھر کا نام ''ایوان اردو'' رکھا اور ''سب رس'' ہی کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا۔ وہ اردو میں کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ کراچی میں وہ بہار یار جنگ اکیڈمی سے وابستہ تھے۔■

شہود عالم آفاقی

اردو کے مشہور شاعر، ادیب اور صحافی جناب شہود عالم آفاقی کا ۹ر نومبر ۲۰۰۱ء کو انتقال ہوگیا۔ وہ تقریباً ۶۵ سال کے تھے۔ گزشتہ ایک ماہ سے ان کی طبیعت خراب تھی۔

مرحوم گزشتہ تیس سالوں سے پابندی کے ساتھ ماہنامہ ''شہود'' نکال رہے تھے جو ایک اعلیٰ ادبی جریدہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ جب ان کی حالت بہت زیادہ بگڑ گئی تھی تو مغربی بنگال اردو اکادمی نے انہیں علاج و معالجے کے سلسلے میں دس ہزار کا تعاون دیا تھا۔ مرحوم کے پسماندگان میں دو لڑکے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔■

آغا جمیل کاشمیری

جناب یعقوب یاور کی اطلاع کے مطابق پارسی تھیٹر کے دور عروج کے آخری چشم دید گواہ، اردو ڈرامے کے رمز شناس، انڈین شیکسپیئر کہے جانے والے آغا حشر کاشمیری کے بھتیجے اور ان کے چھوٹے بھائی آغا محمود کاشمیری کے بیٹے آغا جمیل کاشمیری کا بنارس میں ان کے آبائی مکان واقع ناریل بازار، دال منڈی ۱۴ اور ۱۵ر اکتوبر ۲۰۰۱ء کی درمیانی شب ساڑھے بارہ بجے انتقال ہوگیا۔ مرحوم تقریباً ستاسی سال کے تھے۔ وہ معدے کے کینسر میں مبتلا

تھے اور تقریباً دو ماہ سے صاحب فراش تھے۔ پسماندگان میں ان کی بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

انہوں نے اپنی ساری زندگی ڈراموں کی ترویج اور آغا حشر کے ڈراموں کی اشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ شہر کے معزز ترین لوگوں میں ان کا شمار تھا۔ ڈرامے کی تاریخ اور اس کی باریکیوں کا جو علم انہیں تھا وہ اب مفقود ہے۔ انہوں نے آغا حشر کاشمیری کی شاعری کا ایک انتخاب مرتب کیا تھا جسے اترپردیش اردو اکادمی نے شائع کیا تھا۔ آغا حشر اور اردو ڈرامے سے متعلق ان کے کئی مضامین اردو کے موقر جرائد میں شائع ہوئے، خود بہت اچھے شاعر تھے لیکن فنکار کی حیثیت سے اپنی نمود و نمائش سے ہمیشہ گریزاں رہے۔ ان دنوں وہ ڈاکٹر یعقوب یاور کے ساتھ مل کر کلیات آغا حشر کی ترتیب میں مصروف تھے جو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی سے تقریباً نو جلدوں میں شائع ہونے والی تھی۔ اس کی ایک جلد ان کے مبسوط مقدمے کے ساتھ کونسل کو بھیجی جاچکی تھی اور دوسری جلد تیار ہوچکی تھی۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ وہ اس کلیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے لیکن شاید خدا کو یہ منظور نہیں تھا۔■

شبیہ احمد خاں

پروفیسر سید مجاہد حسین حسینی کی اطلاع کے مطابق ممبئی کے مشہور شاعر جناب شبیہ احمد خاں اثر بدایونی جن کی عمر بمشکل ۵۶ سال تھی، ۹ر ستمبر ۲۰۰۱ء کی صبح اپنی رہائش گاہ واقع مقابل نور مسجد (رابوڑی، تھانے) پر انتقال فرما گئے۔ بی اے اور ایل ایل بی کی تعلیم کے بعد وہ وکالت کرنا چاہتے تھے، لیکن والد حضرت بقا بدایونی کی اچانک وفات کے بعد وہ سعودی عرب چلے گئے، واپسی پر یونانی ادویات کا اسٹور قائم کیا۔ مرحوم کافی ہر دل عزیز انسان اور اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی رحلت سے اردو زبان و ادب کا ایک شیدائی اور خدمت گزار جاتا رہا۔■

اُمّ صہیب

۱۵ر نومبر ۲۰۰۱ء کو ام صہیب (احمدی خاتون) مدیرہ ماہنامہ حجاب رامپور، کا رامپور میں انتقال ہوگیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۹ سال ۵ مہینے تھی۔ وہ کئی مہینوں سے علیل تھیں، انتقال سے تین چار دن پہلے بالکل ٹھیک ہوگئی تھیں لیکن کمزوری بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ ۱۵ر نومبر کو کمزوری بہت زیادہ ہوگئی اور ڈیڑھ بجے دن میں اچانک جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ام صہیب ڈاکٹر ابن فرید کی اہلیہ تھیں۔ انہیں قرآن و حدیث کے علاوہ دینی علوم پر غیر معمولی عبور تھا۔ وہ جامعۃ الصالحات رامپور کی موسس پرنسپل تھیں۔ انہیں مضامین اور افسانے لکھنے کا شوق تھا۔ ان کی تحریریں ہندوپاک کے رسائل میں شائع ہوتی تھیں اور نہ صرف پسند کی جاتی تھیں بلکہ بے حد قدر کی جاتی تھیں۔ انہوں نے جب سے حجاب کی ادارت سنبھالی تھی ان کے قلم میں غیر معمولی زور آگیا تھا۔ ان کے اداریے ہندوپاک کے علاوہ مشرق وسطیٰ، یورپ اور امریکہ میں بے حد مقبول ہوئے۔ ان کا کتابچہ مسلمہ کی دعائیں، اب تک آٹھ ہزار کی تعداد میں شائع ہوچکا ہے۔ مضامین اور افسانوں کے مجموعے اور ایک فکر انگیز تصنیف ''خواتین کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں'' ابھی تک شائع نہیں ہوسکی ہے۔ دینی سماجی کام کے لیے انہوں نے زندگی وقف کردی تھی۔ مستحقوں کی مدد کے لیے وہ گھر کے خرچ اور اپنے ذاتی اخراجات میں کمی کرکے تقریباً آٹھ دس ہزار روپے سالانہ ضرورت مندوں میں تقسیم کردیا کرتی تھیں۔ انہوں نے بہت کم عمری سے رضاکارانہ طور پر لاتعداد بچوں اور بچیوں کو اردو اور قرآن پڑھایا تھا۔ جماعت اسلامی کی وہ ۱۹۵۷ء سے رکن تھیں اور انتقال کے وقت علاقہ بریلی کی ناظمہ تھیں۔ ان کے اوصاف حمیدہ کی فہرست طویل ہے۔ وہ ہر لحاظ سے ایک مثالی اور جنتی خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین، ایک

افسوسناک خبر یہ بھی ہے کہ مرحومہ کے انتقال کے بعد ماہنامہ "حجاب" بند کردیا گیا ہے۔■

حکیم عبدالسلام

سرکردہ باعمل کانگریسی کارکن اور تحریک آزادی کے سپاہی حکیم عبدالسلام صاحب کا ۲۵ر نومبر ۲۰۰۱ء کی شب الہ آباد میں انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر ۹۰ سال تھی۔ ان کی پیدائش ۱۹۱۱ء میں ہوئی تھی۔ وہ کانگریسی فکر کے بزرگ رہنماؤں میں تھے۔ اصول کے پکے تھے اور سیاسی ضمیر فروشی کے خلاف تھے۔ تحریک آزادی ہند میں وہ راجہ دنیش سنگھ، نیاز حسن خاں، پنڈت مہیشور دت اپادھیائے اور پنڈت رام نریش جی جیسے رفقاء کے ہمراہ حصہ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ نہرو فیملی سے ان کا قریبی رابطہ تھا۔

ان کا تعلق طب سے تھا لیکن پیشے کے طور پر کبھی اختیار نہیں کیا بلکہ معاشی طور پر وہ ایک کسان تھے اور کاشتکاری و باغبانی ہی آمدنی کے ذرائع تھے۔ البتہ کار خیر کے طور پر وہ مریضوں کا مفت علاج کرتے تھے اور آخری سانس تک اس کار خیر پر کاربند رہے۔

مرحوم حکیم عبدالسلام صاحب اردو کے معروف ادیب، شاعر اور مصنف جناب ساحل احمد (الہ آباد) کے والد محترم تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین (ادارہ)

ادریس دہلوی

اردو کے ممتاز صحافی اور "شمع" (اردو) اور "ششما" (ہندی) کے ایڈیٹر جناب ادریس دہلوی کا ۲۰ر نومبر ۲۰۰۱ء کو طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔

جناب ادریس دہلوی ۶۸ برس کے تھے اور دو سال سے انہیں کینسر تھا۔ ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ، دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔ دو فلمی پرچوں کے ایڈیٹر ہونے کے علاوہ ادبی حلقوں میں بھی ان کی بڑی شہرت تھی اور انہیں ہندوستان و ہندوستان سے باہر کئی ایوارڈ ملے۔ فلموں کے انتخاب کے لیے وہ دوردرشن کی کمیٹی کے بھی ممبر تھے۔

ادریس دہلوی صاحب کی تدفین شمالی دہلی کے شادی پور قبرستان میں کی گئی جہاں سیکڑوں افراد نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔■ (بشکریہ: ہماری زبان، نئی دہلی)

ہرچرن چاولہ

نامور ناول نگار اور افسانہ نگار ہرچرن چاولہ کا ۶ر دسمبر ۲۰۰۱ء کی صبح اوسلو (ناروے) میں انتقال ہوگیا۔ ہرچرن چاولہ تقریباً ۷۵ سال کے تھے اور تقریباً ۳۰ سال سے ناروے میں مقیم تھے۔ ہرچرن چاولہ کافی دنوں سے بیمار تھے اور اوسلو کے ایک اسپتال میں داخل تھے۔ ان کے مشہور ناولوں میں "درندے"، "چراغ کے زخم" اور "بھٹکے ہوئے لوگ" شامل ہیں۔ وہ اپنے افسانوی مجموعوں "عکس آئینے کے"، ریت سمندر، جھاگ، اور آخری قدم سے پہلے کے لیے ادبی دنیا میں جانے جاتے تھے۔ نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا نے ان کے ناول "بھٹکے ہوئے لوگ" کو ۱۴ زبانوں میں ترجمہ کے لیے منتخب کیا تھا۔ ہرچرن چاولہ زیادہ تر یوروپ اور اسکینڈے نیویا میں بسے ہوئے ہندوستانی اور پاکستانی تارکین وطن کے مسائل پر لکھتے تھے اور انہوں نے اردو، ہندی اور پنجابی کی کئی کتابوں کو نارویجین زبان میں منتقل کیا تھا جنہیں وہاں کے مقتدر ناشروں نے شائع کیا۔ اسی طرح انہوں نے کئی اسکینڈے نیویائی کتابوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ (یو۔این۔آئی)

کیپٹن برجندر سیال

غالب کی شاعری کو سنگریزوں کے مرقعات میں پیش کرنے والے کیپٹن برجندر سیال کا حال ہی میں انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر ۸۰ سے کچھ اوپر تھی۔

انتقال سے تقریباً دو سال قبل ایک حادثے میں ان کی کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی جس کے علاج کے لیے وہ چند مہینے اسپتال میں رہے لیکن ان کے معمر ہونے کی وجہ سے انہیں خاطر خواہ شفا نہ ملی۔ چنانچہ وہ یہ سارا عرصہ صاحب فراش رہے۔

اسی ضعف کی حالت میں انہوں نے اپنے مرقعات کی اشاعت میں پوری مدد فراہم کی۔ اس کی اشاعت حکومت ہند کے پبلی کیشنز ڈویزن نے کی۔ پبلی کیشنز ڈویزن کے ڈائرکٹر ڈاکٹر او۔ پی کیجوی وال نے اس مرقع غالب کے بیسیوں اشعار کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب میں کیپٹن برجندر سیال کے ایک سو مرقعات کی رنگین تصویریں ہیں جو اشعار غالب کی ایک نادر عکاسی ہے۔ کیپٹن برجندر سیال سنگریزوں سے غالب کے اشعار کی تفسیر کرنے والے اولین فنکار تھے۔ اس لحاظ سے وہ اس میڈیم کے موجد تھے اور کہا جاتا ہے کہ اس صنف کا اب اور کوئی فنکار نہیں ہے۔■ (ہماری زبان، نئی دہلی)

رگھوناتھ گھی

رام پرکاش راہی صاحب کی اطلاع کے مطابق اردو کے مشہور و ممتاز شاعر اور ادیب جناب رگھوناتھ گھی ۱۵ر اکتوبر ۲۰۰۱ء کی صبح کو دل کا دورہ پڑنے سے رحلت فرما گئے۔ ان کی عمر ۸۶ سال سے زیادہ تھی اور گوڑگاؤں (ہریانہ) کے کالونی ڈی، ایل، ایف فیز ۲ میں رہتے تھے۔ وہ سنسکرت کے شاعر بھرتری ہری کے چیدہ کلام کا شاعری میں ترجمہ کرنے کے لیے مشہور ہوگئے تھے۔

ان کا طبع زاد کلام زیر ترتیب و طباعت ہے جس کے عنقریب ہی منظر عام پر آنے کی توقع ہے۔■

□□

The New Delhi
15th WORLD BOOK FAIR
28 Jan–4 Feb 2002
Venue:
Pragati Maidan New Delhi
Organiser:
National Book Trust, India
A-5 Green Park, New Delhi-16
Ph: 6569962,6564667,65644020
Fax: 6851795
E.Mail: nbtindia@ndb.vsnl.net.in

معروف ادیب، صحافی، محقق، مورخ و ماہر تعلیم پروفیسر اکبر رحمانی
کی فکر انگیز کتابیں
اورنگ زیب کی داستان معاشقہ:
حقیقت یا افسانہ!
مسلم سلاطین کی کردار کشی کرنے والوں کو دندان شکن جواب
دیدہ زیب کتابت وطباعت، قیمت: =/100 روپے
مسلم تاریخ اور مسلم مسائل کے بارے میں مراٹھی پریس کی
طرز فکر کا آئینہ دار
مراٹھی نامہ
دیدہ زیب اور روشن کمپیوٹر کتابت وطباعت قیمت: =/125
سخن ہائے گفتنی
تعلیم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ ڈاکٹر سلامت اللہ، قیمت: =/60 روپے
مشاہیر علم وادب اور ماہرین تعلیم سے روبرو بات چیت
گفتگو
قیمت: =/150 روپے
دبستان خاندیش کی نادر و نایاب کتاب
مکالمۂ انسان و قرآن
انسان کا سوال ـــــ قرآن کا جواب
مولفہ: سید عبداللہ میاں قادری نصیر آبادی، دیدہ زیب سرورق، روشن و کتابت وطباعت۔ قیمت: =/50 روپے
بی ایڈ ڈی ایڈ کے زیر تربیت اساتذہ کے لیے مفید
مائیکرو ٹیچنگ
لکھنے والے: پروفیسر نور الیقین علی، ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد وغیرہ
قیمت: =/25 روپے (زیر طبع)
رابطہ: مکتبہ آموزگار
37، بھوانی پیٹھ، جلگاؤں۔ 425001 (مہاراشٹر)

فہرست مترجمین و مصنفین

● نام: ایم یوسف انصاری
پتہ: H.No. 368, New ward:
P.O. Malegaon-423003 M.P

☆ لیاقت: ایم۔اے (اردو۔فارسی)
☆ زبان: مادری زبان اردو نیز فارسی، انگریزی، ہندی
☆ دلچسپی کے موضوعات: ادب اطفال، ہر موضوع کی کہانیاں، مضامین
☆ تجربہ: ۱۹۴۸ء سے لکھنے کا سلسلہ۔ بچوں کا پہلا ناول ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ کل ۷۵ تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔
☆ موجودہ شغل: بچوں کے اسکول کے لیے باتصویر کہانیاں لکھنا (کامکس) بچوں کے رنگین انسائیکلو پیڈیائی کاغذی تیاری، انگریزی سے اردو میں کہانیوں کا ترجمہ کرنا۔

● نام: ڈاکٹر محمد عارف الدین فاروقی
پتہ: 17-3-404/1 Imlibun, Yaqutpura:
Hyderabad-500023 A.P.
Ph:4528720

زبان: انگریزی، عربی، فارسی زبانوں سے اردو میں ترجمہ۔
موضوعات: انگریزی، عربی، فارسی ادب، فن طب، تصوف، تفسیر قرآن مجید، تذکرے۔

تجربہ: عربی سے اردو تراجم

☆ ڈاکٹر احمد امین مصری کی کتاب 'حیاتی' غیر مطبوعہ (۱۹۷۸ء)
☆ النورا لسافرنی اخبار عن القرن العاشر (زیر طبع، گجرات ساہتیہ اکیڈمی) ۱۹۹۹ء
☆ معالجاتی بقراطیہ (مطبوعہ سنٹرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فار یونانی میڈیسین)
☆ 'مخطوطہ' سے اردو ترجمہ (۱۹۸۵) اشاعت: ۱۹۹۵

فارسی سے اردو

☆ اسرار اسم ذات (رمز اللہ) از حضرت اسماعیل پاشا قادری ملتانی (مطبوعہ ۱۹۹۶ء)
☆ رسالہ سلوک (مخطوطہ) از حضرت شاہ ابراہیم مخدوم جی ملتانی (مطبوعہ)
☆ 'فیض نبوت' از احمد علی شاہ صاحب (مطبوعہ)
☆ 'عروس عرفان' از قاضی حضرت محمود بحریؒ (مخطوطات سے تصحیح و ترجمہ) مطبوعہ ۱۹۸۹ء
☆ 'کتاب العقائد' از حضرت سید اکبر حسینیؒ فرزند حضرت گیسودرازؒ) اشاعت ۱۹۹۶ء
☆ مطب (یونانی) اور علمی مشاغل، مخطوطات کی ایڈیٹنگ۔

● نام: محمد فرقان سنبھلی
پتہ: C/o Cap.Irfan, Deepa sarai:
Chowk Sanbhal,
Moradabad-244302 Ph:31818

زبان: اردو، ہندی، انگریزی، روسی وغیرہ
موضوعات: اردو اور ہندی ادب، سائنس، ریاضی، فلکیات، مصریات، اور فن تاریخ گوئی وغیرہ۔
عملی تجربہ کی مدت: تقریباً سات سال
موجودہ شغل: ☆ تذکرہ شعرائے سنبھل و تذکرہ ادباء سنبھل، ہندی اور اردو۔ زیر ترتیب
☆ 'آئینہ فلکیات' اور "قدیم مصری عجائبات" دو کتابیں زیر طبع۔

● نام: ڈاکٹر سید حسن عباس
پتہ: Editor, Idrak Gopalpur:
Markaz Tahqeeqat Urdu &
Persian, Gopalpur, Baqarganj,
SIWAN-841286 (Bihar)

زبان: اردو سے فارسی، اور فارسی سے اردو۔
موضوعات: اردو و فارسی کی علمی و ادبی تحقیقی کتابوں کا مطالعہ و ترجمہ۔
موجودہ شغل: درس وتدریس، جی۔ اِل کالج ڈالٹین گنج، پلاموں، 822102
تصانیف: کئی عدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

□□

نئی کتب

NEW ARRIVALS
Classified List

تحقیق و ترتیب: عارف اقبال

اسمائے کتب	مصنف/مؤلف/مرتب/مترجم	صفحات	قیمت	ناشرین/تقسیم کنندگان
اسلامیات				
تدبر حدیث (اول) شرح موطا امام مالکؒ	مولانا امین احسن اصلاحی	544	350/=	۱۔ ادارہ تدبر قرآن وحدیث، رحمان اسٹریٹ، مسلم روڈ، سمن آباد، لاہور (پاکستان) ۲۔ البلاغ پبلی کیشنز، N-1، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025 (بھارت)
دینی تقاریب کا گلشن	مولانا محمد حنیف ملی	88	20/=	مکتبہ سجادیہ، سردار نگر، مالیگاؤں، مہاراشٹر
سیرت صحابیاتؓ	مولانا سعید انصاری	189	50/=	ادارہ مطبوعات خواتین، کیمرہ مارکیٹ، 42 چیمبر لین روڈ، لاہور (پاکستان)
صالح معاشرے کی تعمیر میں نماز کی ضرورت	مولانا جمال الدین سجاد شیخ پوروی	88	30/=	اپلائیڈ پبلی کیشنز، 1739/3 پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲
قانون شرع محمدیؐ	سید امیر علی		150	اسلامک بک سنٹر، 1790، پٹودی ہاؤس، دریا گنج۔۲
قرآن حکیم (سلیس ترجمہ)	مولانا امین احسن اصلاحیؒ حاشیہ: خالد مسعود	1008	550/=	فاران فاؤنڈیشن، 122 فیروز پور روڈ، لاہور
قصر بلند یعنی مطالعہ قرآن	ایچ۔ ایچ۔ امام اکبر آبادی	184	100/=	آفتاب اکیڈمی، عدنان منزل، PIB424 کالونی، کراچی
لاریب فیہ (قرآن پر شکوک وشبہات کا جواب)	ابومحمد منظور بن عبدالحمید آفاقی	555	230/	مکتبہ آفاقیہ، تونک محمید، ڈیرہ غازی خان، 33401 (پاکستان)
نماز سمجھ کر پڑھئے	ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی	32	6/=	مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، امین آباد، لکھنؤ
سماجیات				
آئینہ ہجری	سید نورالدین احمد	30	25/=	103/204 محلہ بشیر گنج، کانپور، U.P
اسلام اور دہشت گردی	ڈاکٹر سید عبدالباری	48	15/=	MMI پبلشرز، D-307، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔۲۵
افغانستان: جارحیت، جہاد بحران، مختار حسن	جمیل احمد رانا/سلیم منصور خالد	641	280/=	انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز (IPS) F-7 اسلام آباد (پاکستان)
امت مسلمہ کی عمر	پروفیسر امین محمد جمال الدین	140	60/=	مکتبہ مرکز خدام القرآن، K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور
انٹرنیٹ ڈائرکٹری	اعظم شیخ/محمد متین خالد	250	100/=	فاتح پبلشرز، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور (پاکستان)
انسانی شخصیت کے اسرار ورموز	پروفیسر ساجدہ زیدہ	456	123/=	NCPUL، بلاک-1 آر۔کے پورم، نئی دہلی۔ 110066
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال (جدید ایڈیشن)	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	400	50/=	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، P.B.119، ندوۃ العلماء، لکھنو
تحریک خلافت (دوسرا ایڈیشن)	قاضی عدیل عباسی مرحوم	219	65/=	NCPUL، آر کے پورم، نئی دہلی۔110066
جماعت اسلامی کا جائزہ (نظر ثانی شدہ ایڈیشن)	مولانا عامر عثمانی مرتب: سید مظہر علی نقوی امروہوی	360	180/=	مکتبہ الحجاز، پاکستان، A-219، بلاک سی، حیدری، شمالی ناظم آباد، کراچی 74700 (پاکستان)

حضرت محمدؐ اور ہندوستانی	ڈاکٹر ایم۔ اے شری واستوا	47	12/=	مدھر سندیش سنگم، E-20 ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ 25

مذہبی کتابیں

دارالاسلام: ایک تحقیقی مطالعہ	ریحانہ قریشی	112	75/=	اعلیٰ پبلی کیشنز، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور (پاکستان)
دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	136	30/=	الدارالسلفیہ 167، ڈسکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی 400008
دنیا دہشت کے سائے میں	شکیل انجم دہلوی	344	60/=	انجم بک ڈپو، درگاہ صابری، دریا گنج، نئی دہلی۔ 110002
دہشت گردی اور اسلامی تعلیمات	مفتی محمد مشتاق تجاوری	56	15/=	MMI پبلشرز، اوکھلا، نئی دہلی 110025۔
سفر قادیان	مولانا محبوب الرحمٰن ازہری	87	20/=	شعبہ دعوت وارشاد، پوسٹ بکس نمبر 93، ندوۃ العلماء، لکھنؤ
شمع فروزاں (حصہ دوم)	نظر برنی	217	100/=	بھارت انٹر پرائزز، 167/6 جولینا، نیو فرینڈس کالونی، نئی دہلی۔ ۲۵
عالمی نظام سیاست واقتصاد	استاد خالد محمود	606	180/=	گوشہ علم وتحقیق، المدینہ گارڈن، جمشید روڈ ۲، کراچی
اور افغانستان کی طالبان تحریک				
عہد نبوی میں سیاسی ومذہبی احزاب	ڈاکٹر علی محسن صدیقی	192	70/=	قرطاس، C-68، کراچی یونیورسٹی اسٹاف ٹاؤن، کراچی
لمحے کی روشنی (مطالعہ ومشاہدہ)	زاہد منیر عامر	80	50/=	تناظر مطبوعات، 596، نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور
مسلم مسئلہ کی تفہیم	راشد شاذ	120	80/=	ملی پبلی کیشنز، ابوالفضل، انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔ 110025
مسلمان عورت: قرآن کی روشنی میں	محمد بدیع الزماں	144	40/=	دانش بکڈپو، ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر، 224190 یوپی
مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے	ترجمہ: محمد فہیم اختر ندوی	278	120/=	اسلامک فقہ اکیڈمی، F-161 جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
	نظر ثانی: قاضی مجاہد الاسلام قاسمی			
نظریۂ پاکستان: اساس ونفاذ	سید واجد رضوی			مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ، لاہور

تاریخ/ تذکرہ/ خطوط

آخری صلیبی جنگیں (اول)	عبدالرشید ارشد	186	100/=	النور ٹرسٹ، جوہر آباد، پاکستان
آخری صلیبی جنگیں (دوم)	عبدالرشید راشد	370	125/=	النور ٹرسٹ، جوہر آباد، پاکستان
تاریخ مشائخ قادریہ (جلد دوم)	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	520	125/=	کتب خانہ امجدیہ، 425 مٹیا محل، دہلی 110006
جہاد ختم نبوت کے جاں نثار	محمد طاہر رزاق	208	90/=	عالمی مجلس ختم نبوت، حضوری باغ، ملتان
زوداد انجمن	حمید اختر		175/=	برائٹ بکس، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور
سبد گل (تذکرہ شعراء)	ایم۔ ایم۔ امام اکبر آبادی	268	150/=	آفتاب اکیڈمی فضلی بک، سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی
علی میاں کے خطوط بنام	ادارہ	421	150/=	فرید بک ڈپو، 422، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 110006
مولانا عبدالکریم پاریکھ				
قائد اعظم اور اسلام	محمد حنیف شاہد	168	140/=	بک مین، الفجر بلڈنگ، نیلا گنبد، لاہور
کفر سے اسلام تک	محمد یونس سعدی جروار	406	140/=	زمزم پبلشرز، شاہ زیب سنٹر، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی
مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	ادارہ	120	45/=	مجلس نشریات اسلام، K-1، 3 ناظم آباد مینشن، ناظم آباد، کراچی
کے خطوط بنام فضل ربی ندوی				
نقوش وتاثرات	مولانا رضوان احمد ندوی	77	25/=	شکیل بک ڈپو، سبزی باغ، پٹنہ 800004

تعلیمات

آں حضورؐ کی تعلیمی جدوجہد	پروفیسر رب نواز	87	45/=	ادارہ تعلیمی تحقیق، 3 بہاول شیر روڈ، مزنگ، لاہور

اصول تعلیم اور عمل تعلیم	ڈی پرس گورڈن	336	69/=	NCPUL، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066
	ترجمہ: ڈاکٹر سیفی پریمی			
ترقی اور تعلیم	پروفیسر عمر قادری	180	120/=	بیکن بکس، گل گشت، ملتان (پاکستان)
تعلیمات حکیم الامت (اول)	محمد موسیٰ بھٹی	312		سندھ اکیڈمی ٹرسٹ، B-400، لطیف آباد 4، حیدر آباد (پاکستان)
تعلیمی مباحث	پروفیسر عتیق الرحمٰن صدیقی	140	102/=	ادارہ تعلیمی تحقیق، 3 بہاول شیر رود، مزنگ، لاہور
قواعد عربی (علم الصرف)	سید حبیب الرحمٰن	164	80/=	حکیم اجمل خاں میموریل اکادمی، 97/128 طلاق محل، کانپور U.P.

شخصیات/ سوانح/ سفر نامے

ارمغان سرور	اصغر عباس	261	150/=	انجمن ترقی اردو (ہند) 212 راؤز ایونیو، نئی دہلی۔ 2
برناڈ شا (دوسرا ایڈیشن)	عبدالمغنی	96	35	NCPUL، آر۔ کے پورم، نئی دہلی۔ 11006
پوشکن (دوسرا ایڈیشن)	ظ۔ انصاری	232	60/=	NCPUL، آر۔ کے پورم، نئی دہلی۔ 11006
ٹالسٹائے (دوسرا ایڈیشن)	ڈاکٹر محمد یٰسین	152	46/=	NCPUL، آر۔ کے پورم، نئی دہلی۔ 11006
سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحق	مولانا عبدالقیوم حقانی	320		القاسم اکیڈمی، جامع ابو ہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ سرحد، پاکستان
سیلف میڈ (سوانح)	سید محمد قیصر زیدی		150/=	ویلکم بک پورٹ، اردو بازار، کراچی (پاکستان)
شہر رواں (سفرنامہ)	مشتاق احمد بھٹی	162	120/=	طارق طالب پرنٹرز، 54، میو ہسپتال، لاہور (پاکستان)
عبدالسلام ندوی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر شباب الدین	324	150/=	ایجوکیشنل بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ
علی محمد خسرو (ماہر اقتصادیات)	پروفیسر اختر الواسع		90/=	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
قمر یورش سے ملاقاتیں اور باتیں	یونس ادیب		20/=	یورش اکیڈمی، 74 فیروز پور روڈ، شمع پلازا، لاہور
نذر رفعت سروش	ڈاکٹر شبانہ نذیر	440	250/=	نورنگ کتاب گھر، A-80، سیکٹر 27 نوئیڈا، 201201 یوپی
نئے معرکوں کا پتہ: بشیر بدر	عشرت قادری/ ڈاکٹر راحت بدر	608	500/=	سید طیب بدر، طیب ہاؤس، ریحانہ کالونی
				عیدگاہ ہلز، بھوپال 462001
وطن سے وطن تک (سفرنامہ)	ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی	48	25/=	اقلیم نعت، D-201 صائمہ ایونیو سکٹر B-14
				شادماں ٹاؤن نمبر-2 شمالی کراچی 75850

اقبالیات

اقبال اور اشتراکیت	ڈاکٹر جمیل اختر		75/=	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
خطبات اقبال: ایک مطالعہ	الطاف احمد اعظمی		250/=	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

طبی کتب

اردو ہومیو گائڈ (اول)	ڈاکٹر بدر عالم اعظمی	334	200/=	پرنس ہومیو فارمیسی، نگری بلڈنگ، اسٹیشن روڈ،
				سانتا کروز (W)، ممبئی 400005
تصوف کی دنیا اور روحانی علاج	ڈاکٹر امیر فیاض	430	120/=	فیڈرل ہومیو کلینک، لدھیانہ بازار، نیگورہ، سورت، گجرات
ذیابیطس	ڈاکٹر دیپک جوشی	232	34/=	کانتی ڈائبیٹک اینڈ ہارٹ کیئر سنٹر، 1۔ سدانند مارگ
				رشی کیش (اترانچل)
الشفاء (طبی دعائیں)	اشفاق الرحمٰن خاں	120	60/=	5/12، ڈی بلاک، ماڈل ٹاون، لاہور

ادبیات: تحقیق وتنقید

کتاب	مصنف	صفحات	قیمت	ناشر
اردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایت کا اثر	ڈاکٹر عاصی کرنالی	660	1000/=	E-201، صائمہ ایونیو، سکٹر 14-B، شادماں ٹاون II شمالی کراچی۔ 75850
انور شیخ کے افسانوں کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر مظفر حسن عالی	240	200/=	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، 9 گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی
بساط فکر	مرضیہ عارف		60/=	مرضیہ عارف، گھاٹی بھڑ بھونجہ، بھوپال
پاکستانی ادب: شناخت کی نصف صدی	غفور شاہ قاسم	554	300/=	ریز پبلی کیشنز، A/13,14، سکنڈ فلور، تاج محل پلازہ بیکٹھ روڈ، مری روڈ، راولپنڈی
جادۂ رحمت کا مسافر	ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی	136	80/=	آفتاب اکیڈمی، 424، PIB کالونی، کراچی
جدیدیت اور اردو افسانہ	ڈاکٹر اسلم جمشید پوری		150/=	ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔ 110002
ڈاکٹر محمد سعود احمد اور اردو نثر	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	112	25/=	ادارہ مسعودیہ، E-5,6/27، ناظم آباد، کراچی
سرمایہ سخن (جلد اول)	علی سردار جعفری		275/=	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی۔ 110025
شاعری کی تنقید	ابوالکلام قاسمی	285	150/=	ایجوکیشنل بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ
عصمت چغتائی: نقد کی کسوٹی پر	ڈاکٹر جمیل اختر	652	300/=	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی۔ 110025
غالب کے فارسی خطوط کی پہلی مکمل کتاب	پرتو روہیلہ	240	500/=	دارالاشاعت، بزم علم وعرفان پاکستان، II شان پلازہ، بلیو ایریا، اسلام آباد (پاکستان)
کب رات بسر ہوگی؟	پروفیسر شیخ محمد اقبال	134	100/=	آل پاکستان تھنکرز فورم، 131، رحمت پارک، کالج روڈ سرگودھا (پاکستان)
مثنوی بہرام وگل اندام	طبعی گولکنڈوی	236	66/=	NCPUL، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066
وفا کر چلے (مضامین)	جمیل الدین عالی		550/=	جنگ پبلشرز، لاہور

ادبیات: افسانے/ناول

کتاب	مصنف	صفحات	قیمت	ناشر
آج کے بعد	یوسف عارفی	167	150/=	B-5 فورتھ کراس، انو بھونگر، ناگر بھاوی، مین روڈ، بنگلور 72
آخری پٹھان (ناول)	اقبال انصاری	111	150/=	F-176، پانڈو نگر، دہلی۔ 91
انا کو آنے دو	احمد صغیر	120	100/=	ترسیل پبلی کیشنز، F-15/9، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی
باغ کا دروازہ	طارق چھتاری	232	150/=	ناظمہ منزل، امیر نشاں روڈ، دودھ پور، علی گڑھ 202002
برف پر ننگے پاؤں	شاہد اختر	176	200/=	H.P.O.Box.1067، نواب گنج، کانپور 208002
پانچ بھائی (ناول)	وکیل نجیب	152	60/=	نجیب منزل، لال اسکول، مومن پورہ، ناگپور 18
پانی اور چٹان (کہانی)	نجمہ محمود	240	150/=	وژن پبلی کیشنز، A/83-B میڈیکل کالونی AMY علی گڑھ
حنظل	ڈاکٹر بیگ احساس		60/=	سب رس کتاب گھر، پنجہ گٹہ، سوماجی گوڑہ، حیدر آباد۔ 28
زبان بندی	گلزار جاوید	174	150/=	537 ویسٹریج III، راولپنڈی
سحاب	قمر جمالی	110	100/=	محمد حامد، C-117، AG کالونی، یوسف گوڑہ، حیدر آباد
وحشی (ناول)	اقبال انصاری	128	150/=	F-176، پانڈو نگر، دہلی۔ 110091

ادبیات: شعری مجموعے

کتاب	مصنف	صفحات	قیمت	ناشر
انتخاب عزیز لکھنوی	خلیق انجم	96	60/=	انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی 110002
ایک گیت اور بھی	ساحی اعظمی	96	60/=	گوشہ ادب، 130/20، فیڈرل، بی ایریا، کراچی 75950
برکھا بھیگے خوابوں کی (نظمیں)	وزیر آغا	88	100/=	المنصور کلینک، P-256، مقام حیات، سرگودھا
جواز وانتخاب (۱۹۸۰ء اور بعد کی غزلیں)	کوثر مظہری	440	300/=	شعبہ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔ 110025
چلتے چلتے (اردو۔انگریزی)	عدیل زیدی، ترجمہ: جاوید زیدی	250	200/= (دس ڈالر)	10742 Kenicott Trail,Brighton, Michigan, 48114 (U.S.A.)
درس حیات (انتخاب)	منظور عثمانی	120	70/=	کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دہلی 110006
دست رس	نثار جے راج پوری	160	150/=	جالندھری، اعظم گڑھ، 276001
دیوان میر (دوم)	نچے گوڑ بولے	294	300/=	847، بدھوار پیٹھ، پونے 411002
دیوان چہ	شوکت جمال	160	150/=	کلیۃ الندوی، پوسٹ بکس 1884، مکہ مکرمہ (سعودی عرب)
ذریات (شاعری)	والد حمزہ پوری رناوک حمزہ پوری	112	50/=	دارالادب حمزہ پور، شیر گھاٹی، گیا، 824211 (بہار)
سخن معتبر (انتخاب غزلیات فارسی)	علامہ سید غلام رسول قوس حمزہ پوری، ترتیب: ناوک حمزہ پوری	72	25/=	دارالادب حمزہ پور، شیر گھاٹی، گیا، 824211 (بہار)
سلوک منظوم (صوفیانہ منتخب کلام)	خواجہ عزیز الحسن مجذوب غوری	72	15/=	ادارہ تالیفات اشرفیہ، نزد مسجد فردوس، بٹہ شرقی، ہارون آباد بہاول نگر (پاکستان)
شعر چراغ	خالد محمود	144	150/=	ڈاکٹر شیخ فاطمہ، 102، جامعہ انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔ 25
شواظ	عابد ادیب	143	200/=	شاہد پبلی کیشنز، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔ 110002
مثنوی رسولؐ (1313 اشعار)	صفوت علی صفوت	92	10 ڈالر	Ad: 14.WoodsrowMonrue, CT-06468(USA)
موج خیال	پروفیسر عطاء اللہ حسینی	232	200/=	القلم اکیڈمی، A-26، جامعہ ملیہ کالونی، ملیر، کراچی
مہر کے پرتو سے (بارہ مراثی کا مجموعہ)	شہاب کاظمی	272	200/=	انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی۔ ۲
میری قلم روسے	شہاب کاظمی	406	200/=	انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی۔ ۲
نمو	خوشتر مکرانوی	144	90/=	نور تجلی منزل، مکرانہ۔ 341505
یہ خلش کہاں سے ہوتی	شہاب کاظمی	159	200/=	انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی۔ 110002

بچوں کا ادب

کتاب	مصنف	صفحات	قیمت	ناشر
آخری نبیؐ	الیاس مجیبی		3/=	مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
بابر نامہ (سوانح)	ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	101	15/=	NCPUL، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066
بچوں کی معلومات	اطہر پرویز		4/50	مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
تحفہ اطفال	مولانا شوق اعظمی		10/=	مکتبہ نعیمیہ، مجلہ آثار جدید، جامعہ اثریہ، دارالحدیث، مئو U.P
جیل سے فرار (کہانی)	رفیع الزماں زبیری		7/50	مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
چچا چھکن کی عینک کھوگئی	مرتبہ: سیما مجید		9/=	مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

دس اسلامی جنگیں	صوفی گلزار احمد		4/50	مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025
زمین کی تہہ میں (ناول)	جولیس ورن رت: شکیل احمد صدیقی		20/=	مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025
سونے کا پودا (ملا نصر الدین)	رفیع الزماں زبیری		15/=	مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025
عظیم ایجادات	علی ناصر زیدی		7/50	مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025
کتاب ایک: کہانیاں تین	مرتبہ: شیما مجید		15/=	مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025
ننھے منے پھول (نظمیں)	جلال افسر سنبھلی	48	10/=	چمن سرائے، سنبھل 244302 مراد آباد

رسائل و مجلات

استعارہ ۵۔۶	صلاح الدین پرویز رحقانی القاسمی	656	150/=	A-4، ذاکر باغ، اوکھلا روڈ، نئی دہلی۔110025
اقبال ریویو (اقبال اور خواتین دکن)	م: محمد ظہیر الدین (اپریل ۲۰۰۱)	118	30/=	دفتر اقبال اکیڈمی، مدینہ مشن، نارائن گوڑہ، حیدر آباد 29
بحث ونظر (فقہی مجلہ)	م: مجاہد الاسلام قاسمی (4-8/2001)	196	25/= سالانہ 100/=	F_161 جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025
بک پوسٹ (3)	محمد عاصم بٹ رمحمد حمید شاہد (8-9/2001)	48	25/=	E-5/50D رحمانیہ اسٹریٹ، رحمانیہ مسجد، زماں کالونی کیولری گراؤنڈ، ایکسٹنشن، لاہور کینٹ
بیاض (نعت نمبر)	خالد احمد رعمران منظور	275	85/=	A-19، ایبٹ آباد، لاہور
پکار ملت (تعلیمی مسائل نمبر)	(10-2001)		12/=	دفتر ماہنامہ پکار ملت، طالبات منصورہ، ملتان روڈ، لاہور
ترکش سہ ماہی (ادبی نمبر) (تعارفی شمارہ)	فروغ روہوی (1-2002)		(سالانہ) 120/=	7۔ مولانا شوکت علی اسٹریٹ، کولکاتہ 700073
خدا بخش جرنل (۱۲۵)	ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری		75/=	خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 800004
دعوت، سہ روزہ (دہشت گردی خصوصی نمبر)	پرواز رحمانی رشفیق الرحمن رمحمد ارشد	146	25/=	ابو الفضل انکلیو، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025
راہ اسلام، سہ ماہی (۱۸۱)	م: محمد حسن مظفری (7-10/2001)	156	100/= (سالانہ)	خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، 18 تلک مارگ، نئی دہلی۔1
راہ اعتدال (اتحاد ملت نمبر)	م: حبیب الرحمن اعظمی عمری	120	سالانہ 80/=	جمعیۃ ابنائے قدیم، جامعہ دار السلام، عمر آباد T.N.635808
سفیر اردو (عبد القوی ضیا نمبر) (جولائی۔ستمبر ۲۰۰۱ء)	م: ساحر شیوی رسید معراج جامی	144	50/=	47, Sutton Garden, Sundon Park LUC 3AF U.K.
سفیر نعت (کتابی سلسلہ)	م: آفتاب کریمی (11/2001)	160	50/=	PIB,424 کالونی، کراچی
شاعر، ماہنامہ (اکتوبر ۲۰۰۱ء) (خصوصی شمارہ اردو کی نئی بستیوں سے)	م: افتخار امام صدیقی	56	(سالانہ) 125/=	پوسٹ بکس 3770، گیر گام پوسٹ آفس، ممبئی 400004
غالب نامہ (جولائی۔۲۰۰۱) مرزا محمد رفیع سودا نمبر	م: پروفیسر نذیر احمد	396	100/=	غالب انسٹی ٹیوٹ، ماتا سندری روڈ، ایوان غالب نئی دہلی۔110002
فکر و تحقیق، سہ ماہی (تحقیق جریدہ، جولائی۔ستمبر ۲۰۰۱ء)	م: حمید اللہ بھٹ	162	25/=	سالانہ 100/=، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ویسٹ بلاک 1، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔66
کردار جمعیت، ماہنامہ (ستمبر ۲۰۰۱ء)	ایم کاظم رابو سلمان قاسمی	56	10/=	سالانہ 100/= سنی مسجد، میر درد روڈ، نئی دہلی۔110002

لمحے لمحے، سہ ماہی (کتابی سلسلہ) (حکیم سید احمد اصغر قلم سیتھلی نمبر)	حبیب سوز رخان فہیم	310	250/=	سرائے جالندھری، بدایوں U.P 243601
مباحثہ، دو ماہی شمارہ 1	م: نسیمہ اشرفی	186	30/=	نظامنزل، اینی بسنٹ روڈ، پٹنہ 800004
نعت رنگ (12) کتابی سلسلہ	م: صبیح رحمانی	438	150/=	E-201، صائمہ ایونیو، سکٹر 14-B شادماں ٹاؤن II، شمالی کراچی 75850
نوادر، مجلہ، شمارہ: 1	مدیرہ: شاہین زہری	80	35/=	مجلس یادگار حسنین زیدی، 58 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن، وحدت روڈ، لاہور
ہدیٰ اسلامی ڈائجسٹ (نومبر ۲۰۰۱) عظیم اولیاء نمبر ۱۱۔□□	م: احمد مصطفیٰ صدیقی راہی	450	60/=	3/45 جنگ پورہ (B) متھرا روڈ، دہلی۔110014

پی ایچ۔ڈی ایوارڈ

جناب ضیاء الدین فلاحی کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے "Contribution of India to Fiqh literature in Arabic upto 1857" کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ جناب ضیاء الدین فلاحی نے شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی کی زیر نگرانی اپنا مقالہ مکمل کیا۔

☆

جناب سید جمشید حسین کو بھاگل پور یونیورسٹی نے ان کے مقالہ ''اردو کی ادبی تنقید کے ارتقاء میں رشید احمد صدیقی کی خدمات'' پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ موصوف نے اپنا مقالہ پروفیسر مظفر اقبال کی زیر نگرانی تحریر کیا۔

☆

بہار اردو اکیڈمی کے سکریٹری جنرل رضوان احمد کو بھاگلپور یونیورسٹی نے ان کے مقالہ ''ہندوستان کی تحریک آزادی میں اردو صحافیوں کا کردار'' پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ موصوف نے اپنا مقالہ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی زیر نگرانی تحریر کیا۔

ادب نبوی ﷺ
کے
نئے سنگ میل
صبیح رحمانی کی زیر ادارات شائع ہونے والا نعتیہ ادب کا
یادگار کتابی سلسلہ
نعت رنگ
(کراچی)
ہر شمارہ ایک دستاویز
قیمت: فی شمارہ: 150/=
شمارہ: ۱۲ منظر عام پر آچکا ہے
شمارہ: ۹، ۱۰ اور ۱۱ بھی موجود ہیں۔
رابطہ
Applied Publications Pvt.Ltd.
1739/3 (Basement)
New Kohinoor Hotel,
Pataudi House, Darya Ganj,
New Delhi-110002
Ph: 3289268

ماہنامہ پیام تعلیم کی طرف سے عظیم الشان تحریری مقابلہ

دس ہزار روپے کے نقد انعامات

☆ پہلا انعام: تین ہزار روپے ☆ دوسرا انعام ڈیڑھ ہزار روپے
☆ تیسرا انعام پانچ سو روپے

عنوانات

چھٹی جماعت سے نویں جماعت تک کے طلبہ وطالبات کے لیے

۱۔ اسلام کی اخلاقی تعلیمات ۲۔ ہمیں آج بھی یاد آتے ہیں (بزرگ، اساتذہ، دوست)
۳۔ یہ کتاب میں نے پڑھی ہے (کسی بھی کتاب کے بارے میں اپنی رائے لکھئے)
(زیادہ سے زیادہ چار سو الفاظ میں مشتمل مضمون)

عنوانات

دسویں سے بارہویں جماعت کے طلبہ وطالبات کے لیے

۱۔ پیغمبر اسلام ﷺ بحیثیت رحمت عالم
۲۔ تعلیم اور اس کی اہمیت ۳۔ کھیل کود کے فائدے
(زیادہ سے زیادہ چھے سو الفاظ پر مشتمل مضمون)

ہدایات: ● ہر مضمون نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے کلاس کے استاد سے اپنے مضمون کے آخر میں یہ لکھوائے کہ مضمون نگار کا نام یہ ہے اور یہ فلاں درجے کا طالب علم ہے۔ ● فیس داخلہ کچھ نہیں۔ البتہ ہر مضمون کے ساتھ پیام تعلیم میں چھپے ہوئے ٹوکن کا آنا ضروری ہے۔ فوٹو اسٹیٹ ٹوکن قابل قبول نہ ہوگا ● اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر تقسیم کردیا جائے گا۔ ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ جس لفافے میں مضمون پوسٹ کریں اس میں کوئی دوسری تخلیق نہ بھیجیں ● انعام کے سلسلے میں کمیٹی کے نگراں اور اس کے ممبران کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ پیام تعلیم کے دفتر میں مضامین وصول ہونے کی آخری تاریخ

۲۴؍جنوری ۲۰۰۲ء ہے

پتا: ماہنامہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دھلی۔ ۲۵

Payam-e-Taleem, *Monthly*

Jamia Nagar, New Delhi-110025

نوٹ: اردو کے حقیقی فروغ کے لیے "اردو بک ریویو" کی طرف سے مفت اشتہار شائع کیا گیا۔

کتابیں موصول ہوئیں Acknowledgements

اسمائے کتب	مصنف/مترجم/مولف	صفحات	قیمت	ایڈیشن	ناشرین/تقسیم کنندگان
اسلامی روایات کا تحفظ	ڈاکٹر جمیل واسطی	160	100/=	2000	قرطاس، ویلکم بک پورٹ، اردو بازار، کراچی
انا کو آنے دو (افسانے)	احمد صغیر	120	100/=	2001	ترسیل پبلی کیشنز، F-15/91، جوگا بائی، ایکسٹنشن جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
ایران کی چند اہم فارسی تفسیریں (۲)	ڈاکٹر احمد جاسی	339	50/=	2001	قرطاس، C-68، اسٹاف ٹاؤن، کراچی یونیورسٹی کراچی۔ 75270 (پاکستان)
تپلی گھر (ڈرامہ)	ہینرک اِبسن	88	50/=	2000	ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ
پروفیسر بلبیر ورما اگر: احوال وشاعری	سنجے گوڑبولے	188	150/=	2000	اسباق پبلی کیشنز، سائرہ منزل، درگاؤں روڈ، پونے، 411032
تاریخ مشائخ قادریہ (دوم)	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	520	125/=	2001	کتب خانہ امجدیہ، 425، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔ ۶
تحریک علی گڑھ	ڈاکٹر ایچ۔ بی۔ خان	280	200/=	1998	الحمد اکادمی، J-18,2، ناظم آباد، کراچی۔ 74600
تاریخ جہاد افغانستان	ڈاکٹر ایچ۔ بی۔ خان	396	250/=	1996	الحمد اکادمی، J-18,2، ناظم آباد، کراچی۔ 74600
ٹھنڈا خون (افسانے)	محمد اطہر مسعود خاں	144	60/=	1999	تخلیق کار پبلشرز، لکشمی نگر، دہلی۔ 110092
جماعت اسلامی کا جائزہ (نظر ثانی شدہ ایڈیشن)	مولانا عامر عثمانی، مرتب: سید علی مطہر نقوی امروہوی	360	180/=	2001	مکتبہ الحجاز پاکستان، A-219، بلاک C حیدری شمالی ناظم آباد، کراچی۔ 74700
حرف گفتنی (مضامین)	ڈاکٹر عبدالقدیر مقدر	128	50/=	2001	ادارہ کونج، ۵/۲/۳-۱-۴، اعظم روڈ، نظام آباد A.P
درس حیات (منتخب اشعار)	منظور عثمانی	120	70/=	2001	کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دہلی۔ ۶
دست رس (شاعری)	نثار جیراجپوری	160	150/=	2001	جالندھری، اعظم گڑھ، 276001
دنیا دہشت کے سائے میں	مرتب: شکیل انجم دہلوی	344	60/=	2001	انجم بک ڈپو، درگاہ صابری، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲
دیوان میر (دوم)	میر تقی میر	496	300/=	2001	اسباق پبلی کیشنز، لوہ گاؤں روڈ، پونے
ذریات (شاعری)	والد حمزہ پوری رناوک حمزہ پوری	112	50/=	2001	دار الادب، حمزہ پور، شیر گھاٹی، گیا 824211 بہار
سدھارتھ (ناول)	ہرمن ہیس، ترجمہ: یعقوب یاور	103	90/=	2001	ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ
سلسبیل (شاعری)	تابش مہدی	112	60/=	2000	ادارہ ادبیات عالیہ، ابو الفضل انکلیو، نئی دہلی۔ 25
سیرت احمد مجتبیٰ (ظہور قدسی سے مسجد قبا تک) اول	شاہ مصباح الدین شکیل	390	200/=	2000	الرحمان پرنٹرز و پبلشرز، 18 زکریا اسٹریٹ کلکتہ۔ 700073
(قبا سے غزوۂ غابہ تک) دوم		496	200/=	2000	
(صلح حدیبیہ سے سفر جاودانی تک) سوم		572	200/=	2000	
شواظ (شاعری)	عابد ادیب	143	200/=	2001	شاہد پبلی کیشنز، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲
طلسمات ہدہد	سید انتظار حسین زنجانی	48	15/=	1992	محمد شکیل بک سیلر، سنبھل 244302 یوپی
عزازیل (ناول)	یعقوب یاور	168	150/=	2001	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
عہد نبوی میں سیاسی ومذہبی احزاب	پروفیسر ڈاکٹر علی محسن صدیقی	192	70/=	2001	قرطاس، C-68 کراچی یونیورسٹی اسٹاف ٹاؤن، کراچی

همیشہ یاد رکھیئے

دیرپا اور فرحت بخش خوشبو کے لیے

حامی اینڈ کمپنی کا

○ عطر مجموعہ ۹۸ ○ عطر نسیم ○ عطر زینت

○ روح گلاب ○ جنت الفردوس ○ باغ بہار

دیگر تفصیلات اور ایکسپورٹ کیلئے

اس پتہ پر لکھیں:

حامی اینڈ کمپنی، جامع مسجد، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۲

غنچہ وگل (شاعری)	نثار سرہانوی	158	50/=	1999	نثار سرہانوی، سرہاواں بازار، بستی 272126 یوپی
قرآن کریم میں خواتین کے حقوق	ڈاکٹر ایچ۔ بی خاں	188	150/=	2000	الحمد اکادمی، کراچی 74600
کونڈوں کی شرعی حیثیت	مفتی عبدالمجید خاں	64	15/=		الدارالسنیہ، 95 اندریا اسٹریٹ، ناگپاڑہ، ممبئی 8
متاع سفر (شاعری)	میر ساجد علی قادری	96	100/=	2000	ایڈشاٹ پبلی کیشنز، ممبئی
مسلم مسئلہ کی تفہیم	راشد شاذ	120	80/=	2001	ملی پبلی کیشنز، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵
مکارم اخلاق	مولانا انیس الرحمٰن قاسمی	48	درج نہیں	2000	ادارہ ترجمہ وتالیف، کلکتہ 700014
منظوم القرآن	انجم عرفانی	72	15/=	2000	نصرت پبلی کیشنز، حیدر مارکیٹ، امین الدولہ پارک، لکھنؤ
منقش کھنڈر جبیں	آر۔ پی۔ شوخ	98	150/=	1999	شوخ پبلی کیشنز 507/3، گوپی دیہار، ہریانہ 136135
نقوش وتاثرات (تذکرہ)	مولانا رضوان احمد ندوی	77	25/=	2001	شکیل بک ڈپو، سبزی باغ، پٹنہ 800004

رسائل و مجلات

جہان اردو (ماہنامہ) اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۱ء	ڈاکٹر مشتاق احمد	64	10/=	2001	مدیر جہان اردو، اردو محلہ، رحم گنج، لال باغ، دربھنگہ 846004
رہبر صنعت وتجارت (خصوصی شمارہ)	ایم۔ اے۔ پرویز	204	70/=	2001	24، برائٹ اسٹریٹ، کولکاتہ۔ 700071
ضیاوجیہہ (ماہنامہ) خصوصی شمارہ (جولائی۔ اگست ۲۰۰۱ء)	وجاہت اللہ خاں قادری وجیہی	96	10/=	2001	جامع العلوم فرقانیہ، مسٹن گنج، رامپور U.P.
لمحے لمحے (شمارہ: ۱۴، جلد ۱۴) (حکیم سید احمد اصغر قلم سیتھلی نمبر)	حبیب سوز رخان فہیم	310	250/=	2001	خان فہیم (لمحے لمحے سہ ماہی) سرائے جالندھری، بدایوں 243601

Books of English

Publishers: Himayat C/o Dr. Yoginder Sikand

4304 Oakwood Aptts. 8th Main, 1st Cross Bangalore 560034

1. The Baba' Budhan Giri Dargah Controvers	Yoginder Sikand	20	10/=
2. Building Bridges of Harmony: A Speech by Maulana Anwar Shah Kashmiri	Yoginder Sikand	12	10/=
3. Deendar Anjuman	Nur Mohammed	64	10/=
4. The Islamic Movement and the Political Challenge	Yoginder Sikand	30	10/=
5. Kashmiri Muslim Perspective on inter-religious dioiogue	Yoginder Sikand	24	10/=
6. The Muslim Rishish of Kashmir	Yoginder Sikand	100	30/=
7. Role of Women in Kashmiri Rishism	Yoginder Sikand	16	05/=
8. The Shirdi Saibaba and his message of Communal Harmony	Yoginder Sikand	24	10/=
9. Sufism and the Inter-faith Encounter: the Contribution of Darashikoh	Yoginder Sikand	20	05/=

تبصرے کے لیے اپنی کتاب کی دو جلدیں روانہ فرمائیں۔

ایک جلد موصول ہونے کی صورت میں تبصرہ شائع کرنا ممکن نہیں۔ ادارہ